ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
29 نومبر تا 5 دسمبر 2001ء

☆ روزہ اور قرآن کا باہمی تعلق! (دین ودانش)

☆ حالیہ افغان بحران — کیا کھویا کیا پایا؟ (تجزیہ)

☆ پاکستان سیاسی ابتری کا متحمل نہیں ہوسکتا! (منبر ومحراب)

روزہ اور قرآن کی شفاعت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

اَلصِّیَامُ وَالْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، یَقُوْلُ الصِّیَامُ: اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ، وَیَقُوْلُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ فَیُشَفَّعَانِ

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"روزہ اور قرآن دونوں (قیامت کے دن) بندے کی سفارش کریں گے (یعنی اس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات کے اکثر حصے میں اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا)۔ روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو دن کے اوقات میں کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا، آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا کہ: میں نے اس کو رات کو سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، پروردگار آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول کی جائے گی"

(اور اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا)

الھدیٰ

سورۃ البقرہ (۴۵)

ڈاکٹر اسرار احم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ o فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ o وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ط قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ط قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ o﴾ (آیات : ۶۵ تا ۶۷)

''اورتم خوب جانتے ہواپنے میں سے ان لوگوں کوجنہوں نے ہفتے کے احکام میں زیادتی کی تھی تو ہم نے ان سے کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔ پس ہم نے اس (واقعہ) کوایک نشان عبرت بنا دیا ان کے لئے بھی جو ان کے سامنے تھے اور ان کے لئے بھی جو بعد میں آتے رہے' اور متقی لوگوں کے لئے اسے موجب نصیحت بنا دیا۔ اور (یاد کرو) جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے کو ذبح کرو' انہوں نے کہا (اے موسیٰ) کیا آپ ہم سے مذاق کررہے ہیں! (حضرت موسیٰ نے) کہا' میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں''۔

موسوی شریعت میں ہفتے کا پورا دن عبادت کے لئے مخصوص تھا۔ اس روز کسی قسم کا کوئی دنیاوی کام یا معاشی دھندہ کرنے کی ممانعت تھی۔ لیکن بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے ایک بہانے سے اس قانون کو توڑ دیا۔ اس حیلے کی نوعیت کے بارے میں تفصیل سورۃ الاعراف میں وارد ہوئی ہے۔ ان کا یہ طرز عمل شریعت کا مذاق اڑانے کے مترادف تھا۔ چنانچہ جن لوگوں نے ہفتے کے دن کے حوالے سے احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی تھی اور یوں وہ حدود سے تجاوز اور شریعت کے استہزاء کے مرتکب ہوئے تھے' ان کی شکلیں مسخ کر کے بندروں کی سی کردی گئیں۔ اگلی آیت میں اس سزا کی حکمت بیان کی گئی ہے کہ احکام شریعت کو کھیل اور تماشہ بنانے والوں کی شکلوں کو مسخ کر کے اس واقعے کو نہ صرف اس دور کے لوگوں کے لئے سبق آموز بنا دیا گیا بلکہ ان کے بعد آنے والی قوموں کے لئے بھی اس میں عبرت کا سامان موجود ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور تقویٰ کی راہ پر گامزن ہیں' ان کے لئے یہ واقعہ ایک نصیحت کی حیثیت رکھتا ہے۔

زیر درس آخری آیت میں بنی اسرائیل کے ایک اور واقعے کا ذکر ہے' جس کے مطابق اس قوم کو گائے کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا۔ دراصل بنی اسرائیل کے دل میں گائے کی بہت عظمت تھی اور ایک طرح سے وہ اس جانور کو مقدس خیال کرتے تھے۔ چنانچہ تقدیس کے اس تصور کو مجروح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اسے ذبح کریں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ حکم الٰہی پہنچایا تو اس پر انہوں نے استعجاب کے انداز میں کہا کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں! یوں لگتا ہے کہ آپ ہمارے ساتھ مذاق کررہے ہیں۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا' میں اس امر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ دین کے کسی معاملے میں مذاق کروں۔ یہ کس قدر گھٹیا بات ہے کہ تم لوگ اللہ کے نبی اور رسول کے بارے میں ایسا تصور اور گمان رکھتے ہو۔

☆ ☆ ☆

فرمان نبوی

نیکی کے ارادے پر ایک مکمل نیکی کا ثواب

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يروى عَنْ رَّبِّه تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ اِنَّ اللّٰهَ كتب الحسنات وَالسَّيِّئَات ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يعملها كَتَبَهَا اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وان هَمَّ بِهَا فعملها كَتَبَهَا اللّٰهُ عَشَرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سبع مِائَة ضعفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ وَان هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فلم يعلمها كتبها الله تعالىٰ عنده حسنة وان هم بها فَعَمَلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً. (متفق علیہ)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں کا تعین فرما دیا ہے اور (کتاب وسنت کے ذریعہ) ان کی وضاحت فرما دی۔ پس جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے لیکن کر نہیں پاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مکمل نیکی لکھ دیتے ہیں۔ اور اگر وہ ارادہ کر کے نیکی کر گزرتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیوں سے لے کر سات سو تک بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ اور اگر برائی کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کر پاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک مکمل نیکی لکھ دیتے ہیں اور اگر ارادہ کرنے کے بعد برائی کر گزرتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں صرف ایک برائی لکھ دی جاتی ہے۔''

یہ ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کہ وہ نیکیوں کو انسان کے لئے کس طرح بڑھاتا ہے اور اس کی بخشش کا سامان کرتا ہے لیکن انسان پھر بھی اگر اللہ تعالیٰ کی مغفرت ورحمت سے محروم رہتا ہے اور سرکشی ہی کی زندگی اختیار کرتا ہے تو کتنی بدنصیبی ہے اس کی۔ بندۂ مسلم پر تو اس کی عنایات کا کوئی حساب ہی نہیں کہ اگر غلطی سے یا جذبات میں آ کر گناہ کر ہی بیٹھے اور فوری توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو مٹا کر نیکیوں کی توفیق دیتے ہیں۔ مزید برآں بندۂ مومن کے نیک اعمال کے ذریعہ اس کی برائیوں کو مٹاتے رہتے ہیں۔ بندۂ مومن کو اپنا رخ اللہ کی اطاعت کی طرف مستقل رکھنا چاہئے اور اس کی رحمت سے دامن بھرتے رہنا چاہئے۔

[illegible]

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 10 شمارہ 45

29 نومبر تا 5 دسمبر 2001ء

(۱۲ تا ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر : حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خراسانی

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون :

اندرونِ ملک ...... 250 روپے

بیرونِ پاکستان:

☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ

.... 1500 روپے

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ

.... 2200 روپے

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حافظ عاکف سعید

کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

اکیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں براعظم ایشیا کے قلب افغانستان میں طالبان اپنے خون سے عزیمت واستقامت کی ایک نئی ناقابل فراموش داستان رقم کر رہے ہیں۔ اللہ کے مخلص اور وفادار بندوں پر مشتمل طالبان کی قیادت کو جس نے ملک میں نفاذ شریعت کو ہر دوسری چیز پر مقدم رکھا اور اس راہ میں غیروں کی جانب سے ہر طرح کے ناوک دشنام اور اپنوں کی طرف سے ہر نوع کے طرز ہائے ملامت کو پورے صبر و ثبات کے ساتھ برداشت کیا' آج سخت ترین امتحان سے سابقہ ہے۔ ایک جانب سائنس اور ٹیکنالوجی کے اعتبار سے اوجِ ثریا پر پہنچا ہوا فرعونِ وقت ہے جس کی فرعونیت کے سامنے فراعنہ مصر کا تکبر و رعونت ماند پڑتا اور جس کی بربریت اور سفاکیت کے سامنے ہلاکو خان اور چنگیز خان کی سفاکیت شرماتی ہے اور دوسری جانب سامان حرب اور مادی اسباب و وسائل سے تہی گدڑی پوش درویش ہیں جو ''قلندر جز دو حرف لا الٰہ اور کچھ نہیں رکھتا'' کے مصداق کامل ہیں' جو فرعون وقت اور اس کی حلیف عالمی طاغوتی طاقتوں کے بدترین جور و بربریت اور ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ جو ہزاروں نہیں لاکھوں من بارود کی بارش اپنے جسموں پر سہہ کر بھی وقت کے فرعون کے سامنے جھکنے پر آمادہ نہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ شیطانی درندوں کے ہاتھوں اللہ کے ان سچے سپاہیوں پر جن میں طالبان کے ساتھ ساتھ عرب' چیچن اور پاکستانی مجاہدین بھی شامل ہیں' ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹتے دیکھ کر ہر مخلص مسلمان کا دل خون کے آنسو روتا اور کلیجہ چھلنی ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ آزمائش کی انتہا ہے۔ اللہ کے ان وفادار بندوں میں سے کتنے ہی ہیں جو جان کا نذرانہ پیش کر کے مرتبہ شہادت سے سرفراز ہو چکے ہیں اور باقی ''ومنھم من ینتظر'' کے مصداق شہادت کی آرزو لئے باطل قوتوں کے خلاف پنجہ آزمائی میں مصروف ہیں۔ آج کے دجالی دور میں جبکہ ہر طرف مادہ پرستی کا غلبہ اور دنیا پرستی کا دور دورہ ہے' حیرت ہوتی ہے کہ ''ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی!'' ___ اسلام کے ان قابل فخر جانباز سپوتوں کی خدمت میں اپنے جذبات کے اظہار کے لئے رئیس امروہوی کے درج ذیل اشعار ہدیہ کرنے کو جی چاہتا ہے:

وہ وقت آیا کہ ہم کو قدرت ہماری سعی و عمل کا پھل دے
بتا رہی ہے یہ ظلمتِ شب کہ صبح نزدیک آ رہی ہے
ابھی ہیں کچھ امتحاں باقی' فلاکتوں کے نشاں باقی
قدم نہ پیچھے ہٹیں کہ قدرت ابھی ہمیں آزما رہی ہے
رئیس' اہل نظر سے کہہ دو کہ آزمائش سے جی نہ ہاریں
جسے سمجھتے ہیں آزمائش' وہی تو بگڑی بنا رہی ہے!

قیامت سے قبل روئے ارضی پر پیش آنے والے جس آخری اور فیصلہ کن معرکہ حق و باطل کا آغاز ہمارے پڑوس کی سرزمین افغانستان سے ہوا ہے اس میں آخری فتح تو بلاشک وشبہ اللہ کے وفاداروں ہی کا مقدر ٹھہرے گی' لیکن اس ابتدائی معرکے کا فوری انجام کیا ہوگا' یہ اللہ ہی کو بہتر معلوم ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ ان سب مجاہدین کو مرتبہ شہادت سے سرفراز فرما کر ''شہادت بر وجودِ خود زِ خونِ دوستاں خواہی'' کے مصداق اس مقدس خون کا نذرانہ قبول فرمالے گا یا اپنی خصوصی تائید ونصرت سے طالبان کے ایک قابل ذکر حصے کو تحفظ عطا فرما کر انہی کے ہاتھوں امریکی غرور کو توڑنے کا سامان کرے گا' اس کی مشیت میں کیا چیز طے ہے' اس کا تعین ہم نہیں کر سکتے۔ لیکن بہرصورت ہماری یہ آس نہیں ٹوٹنی چاہئے کہ وہ عزیز وقدیر ہستی اپنے بندوں کی مدد پر قادر ہے اور اس تبارک وتعالیٰ کا یہ پختہ وعدہ کہ ''ولینصرن اللہ من ینصرہ'' آج بھی اس کے وفاداروں کے حق میں قائم ودائم ہے۔ یہ بات بہرکیف پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ افغانستان کی سرزمین میں جذب ہونے والا یہ مقدس خون رائیگاں نہ جائے گا اور ظلم و بربریت کی یہ شب تاریک بالآخر ایک روشن صبح کی نوید بن کر افق عالم پر جلوہ گر ہوگی۔ ع

کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

موجودہ حالات میں پاکستان سیاسی ابتری کا متحمل نہیں ہوسکتا

افغانستان کی نئی صورت حال پاکستان کو ایک خطرناک موڑ پر لے آئی ہے

ہماری مشرقی سرحد پر پہلے ہی ازلی دشمن موجود تھا‘ اب مغربی سرحد بھی غیر محفوظ ہوگئی ہے

حکومت ملک میں شریعت نافذ کرے اور افغانستان میں طالبان اور غیر ملکی مجاہدین کے تحفظ کو یقینی بنائے

ملک میں سیاسی ہنگامہ آرائی سے فائدہ اٹھا کر امریکہ ہمارے ایٹمی ہتھیاروں کو قبضہ میں لے سکتا ہے

طالبان کی حالیہ پسپائی کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اپنے دورِ اقتدار میں عوام کی ذہنی‘ فکری و عملی تربیت کا موقع نہیں مل سکا

مسجد دارالسلام باغ جناح‘ لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۳ نومبر کے خطاب جمعہ کی تلخیص

افغانستان میں طالبان کی حکومت کو جو بہت ہی غیرمتوقع اور فوری پسپائی اختیار کرنی پڑی ہے اس کی وجہ سے ہم سب کے دل زخمی ہیں اور افغانستان سے فوری طور پر احیائے اسلام اور تجدید دین کی جو امید وابستہ ہوئی تھی اس میں بہت حد تک کمی آ گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس پسپائی کا اصل سبب کیا ہے؟ دراصل افغانستان کے شہروں میں ابھی سابقہ دور کی روایات اور خیالات والے لوگ موجود ہیں۔ طالبان سے قبل بیوروکریسی کا بڑا حصہ سوشلسٹ خیال کے حامل اور ملحدین پر مشتمل تھا۔ ان کی اکثریت افغانستان سے ہجرت کر چکی تھی۔ تاہم بچے کھچے لوگوں نے منقارِ زیر پر رہتے ہوئے طالبان کے دباؤ کے تحت داڑھیاں بھی رکھ لیں اور مصلحت کے طور پر خاموشی اختیار کر لی‘ اس طرح جو بچے کھچے پروفیشنل رہ گئے تھے‘ ڈاکٹرز‘ انجینئرز وغیرہ انہوں نے بھی خارجی دباؤ کی وجہ سے کچھ اپنی شکل وصورت اور کچھ گفتگو بدل لی تھی‘ لیکن ان کے دل اور ذہن نہیں بدلے تھے چنانچہ طالبان کو اب یہ اندیشہ تھا کہ یہ اندر سے بغاوت کریں گے جس کے باعث لوکل آبادی کی بہت زیادہ خون ریزی ہوگی۔ لہٰذا انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ ہم ان شہروں کے اوپر زبردستی قبضہ رکھنے کی بجائے یہ شہر چھوڑ کر نکل جائیں۔ عوام کی ذہنی وفکری تربیت نہ ہونے میں طالبان کا قصور بہت کم ہے۔ اگرچہ وہ قریباً چھ سال حکومت میں رہے لیکن اس عرصہ میں وہ شمالی اتحاد سے مسلسل برسرپیکار رہنے اور عالمی پابندیوں کا مقابلہ کرنے کے باعث عوام کی تعلیم وتربیت کا کوئی قابل ذکر کام نہیں کر سکے۔ البتہ اس مدت میں انہوں نے شریعت نافذ کر دی اور اسکی برکات بھی ظاہر ہوگئیں۔ جب چوری پر ہاتھ کٹنے لگے‘ چوری ختم ہوگئی۔ ڈاکے اور رہزنی کی شرعی حد کے نفاذ کے نتیجے میں ڈاکے اور راہ زنی کے واقعات ختم ہو گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی سزائیں عبرت ناک ہیں اور مقصود بھی یہی ہے کہ ایک کو سزا ملے اور ہزاروں کو ہوش آ جائے۔ بہرحال انہوں نے پورے ملک میں مثالی امن وامان قائم کیا۔ اسی کو دیکھ کر پسرِ اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال نے کہا تھا کہ اگر دو چار اور ملکوں میں ایسا اسلامی نظام قائم ہو جائے تو پوری دنیا مسلمان ہو جائے۔ اس اعتبار سے نفاذِ شریعت کی برکات تو ظاہر ہوئی تھیں لیکن عوام کے دل نہیں بدلے تھے‘ ان کی سوچ اور ان کے نظریات کو بدلنے کا سامان وہاں نہیں کیا جا سکا۔ اس کے باوجود یہ طالبان کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے کہ ملک کے نوے پچانوے فیصد رقبے پر ان کا پورا کنٹرول تھا۔ اور اس علاقے میں کامل امن وامان قائم تھا۔

جہاں تک موجودہ صورتِ حال کا تعلق ہے‘ طالبان کے نمائندوں سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق بحمداللہ ان کے حوصلے بہت بلند ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں کہ ہم دو مہینے کے اندر اندر پوری دنیا کو سرپرائز دیں گے۔ اس صورت حال پر یہ اشعار صادق آتے ہیں: ؎

یہ صحن و روش یہ لالہ و گل ہونے دو جو ویراں ہوتے ہیں
تخریب جنوں کے پردے میں تعمیر گلستاں ہوتے ہیں
جو حق کی خاطر جیتے ہیں‘ مرنے سے کہیں ڈرتے ہیں جگر
جب وقتِ شہادت آتا ہے دل سینوں میں رقصاں ہوتے ہیں

یہی طالبان کی کیفیت ہے۔ انہوں نے جنگی حکمتِ عملی کے تحت پسپائی اختیار کی ہے‘ تاہم ان کا ارادہ ہے کہ جم کر لڑیں گے اور دنیا کو سرپرائز دیں گے۔ اقبال کے ایک شعر میں معمولی سے تبدیلی کے ساتھ ہمیں گویا امید رکھنی چاہئے کہ ؎

اگر ”افغانیوں“ پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

اس وقت افغانستان کی صورت حال تو یہ ہے لیکن موجودہ صورت حال پاکستان کو ایک خطرناک موڑ پر لے آئی ہے۔ پاکستان کی مشرقی سرحد پر ازلی دشمن بھارت پہلے ہی موجود تھا جو پاکستان کو ذہناً تسلیم نہیں کرتا۔ انہوں نے خود کہا تھا کہ ہم نے پاکستان کو تسلیم کیا ہے دو قومی نظریے کو تسلیم نہیں کیا۔ اب وہ حملے کے لئے پر تول رہا ہے اور اسے امریکہ کی طرف سے اشیرواد بھی مل چکی ہے کہ کشمیر کی حد تک وہ آگے بڑھ کر کوئی اقدام کرسکتا ہے۔ اور آج کل دہشت گردی کے لفظ کی جو گردان چل رہی ہے اس کی آڑ میں بھارت یہ باور کرا رہا ہے کہ کشمیر میں جو جدوجہد آزادی جاری ہے وہ جہاد حریت نہیں بلکہ دہشت گردی ہے۔ دراصل بھارت ان کے اڈوں کو تباہ کرنے کا جواز بنا رہا ہے جیسے امریکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے القاعدہ اور طالبان کو نشانہ بنا رہا ہے۔ بھارت اسے دلیل بنا کر کشمیر میں مجاہدین کے اڈوں اور تربیت گاہوں پر حملہ کرسکتا ہے اور یہ صورت حال پاکستان کے لئے نہایت تشویشناک ہے۔ دوسری طرف ہماری مغربی سرحد بھی مخدوش ہوگئی ۔ یہ نام نہاد شمالی اتحاد جو اب افغانستان پر قابض ہوگیا ہے پاکستان کا سخت ترین دشمن ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں اب تک طالبان کے مقابلے میں

جتنی شکستیں ہوئی ہیں وہ افغانوں کے ہاتھوں نہیں ہوئیں' بلکہ باہر سے آئے ہوئے لوگ یعنی عرب' چیچن اور پاکستانی اس کے ذمہ دار ہیں' لہٰذا ان کے خلاف ان کے اندر شدید انتقام موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہمیں مغربی سرحد پر چوکیاں بنانا پڑ رہی ہیں۔ حالانکہ اس سرحد پر ہمیں پہلے کسی تحفظ کی ضرورت نہیں تھی۔ اس سرحد پر چوکیاں بنانے کا مطلب یہ ہوگا کہ اب ہماری قوت مشرق میں بھی پھیلے گی اور مغرب میں بھی۔ اور اس طرح پھیلاؤ کی وجہ سے ہماری قوت کمزور ہوگی۔ جبکہ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے دفاعی بجٹ میں کئی سال سے بندش لگا رکھی ہے۔ ہم اسے اپنی معاشی ابتری کے باعث بڑھا ہی نہیں سکتے۔ جب کہ انڈیا اپنے دفاعی بجٹ میں مسلسل اضافہ کرتا چلا آ رہا ہے۔ علاوہ ازیں اب صوبہ سرحد میں بھی ہوسکتا ہے کہ پختونستان کا شوشہ دوبارہ اٹھے۔ اس لئے کہ کابل میں پھر وہی عناصر براجمان ہو گئے ہیں جو پختونستان کے مسئلہ کو ہوا دیتے رہے ہیں۔ ان حالات میں یہ بھی ممکن ہے کہ ملک میں کوئی سیاسی ابتری پیدا ہو اور عین ممکن ہے کہ امریکہ اس ابتری کو سپورٹ کرے تاکہ مشرف حکومت کے متزلزل ہونے کے نتیجے میں پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں کو قبضہ میں لے لینے اور آئندہ کے لئے ایٹمی صلاحیت کو مفلوج کرنے کا جواز پیدا ہو سکے۔ اس کے لئے ایسے غیر یقینی حالات میں یہ بہانہ بنایا جا سکتا ہے کہ اگر ہم نے پاکستان کی ایٹمی تنصیبات پر قبضہ نہ کیا تو اندیشہ ہے کہ یہ ایٹم بم بنیاد پرستوں کے ہاتھ لگ جائیں گے۔

دراصل یہ اسرائیل کا منصوبہ ہے جو وقتی طور پر کامیاب ہو رہا ہے۔ یہودیوں نے پچھلی صدی میں اسرائیلی ریاست کے قیام کی راہ ہموار کرنے کے لئے خلافت عثمانیہ کے ٹکڑے کرا دیئے۔ اور ۱۹۱۷ء میں بالفور ڈیکلریشن کے ذریعے فلسطین میں یہودیوں کی آباد کاری کا حق حاصل کر لیا۔ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ پہلی جنگ عظیم کا ہونا' پھر خلافت عثمانیہ کا ختم ہونا اور خلافت کی تنسیخ' درحقیقت یہ ساری پیش بندیاں' قیام اسرائیل کے لئے تھیں۔ اب اگلے مرحلے میں وہ عظیم تر (گریٹر) اسرائیل قائم کرنا چاہتے ہیں جس میں پورا شام' پورا عراق' پورا اردن' پورا لبنان' صحرائے سینا' مصر کا بہترین زرخیز علاقہ' ترکی کا مشرقی علاقہ اور حجاز کا شمالی علاقہ بشمول مدینہ منورہ شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو مسمار کر کے وہاں ہیکل سلیمانی بھی تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اپنے ان منصوبوں کی راہ میں وہ اسلامی فنڈامنٹلزم کو سب سے بڑی رکاوٹ تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ اسرائیل نے امریکہ کے ذریعے جنوبی ایشیا میں اسلامی جذبات کو دبانے کے لئے یہ ساری سازش کی ہے جو امریکی فوج کی پاکستان آمد اور افغانستان پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے حملے کی صورت میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ تاہم ان حالات میں اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے اور بددل ہونے کی ضرورت نہیں۔

اس تناظر میں' میری رائے میں پاکستان میں کوئی سیاسی ابتری پیدا کرنے کا اس وقت موقع نہیں ہے کیونکہ جیسے ہماری ماضی کی تاریخ بتاتی ہے کہ سیاسی جماعتیں ایسے مواقع سے فائدہ اٹھا کر حکومت کو گرانے کی مل جل کر کوشش کرتی ہیں لیکن اس سے بالعموم کوئی خیر برآمد نہیں ہوتا۔ موجودہ حالات میں تو ایسی کوئی کوشش ملک کے استحکام اور بقاء کے حوالے سے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ حکومت ڈانواں ڈول ہوگئی تو قوی امکان ہے کہ امریکہ کو ہمارے ایٹمی ہتھیاروں پر قبضہ کرنے کا بہانہ مل جائے گا۔ آئندہ کے لئے وہ ہماری ایٹمی صلاحیت کو مفلوج کر دے گا۔ لہٰذا اس کا جواز اس ملک کے اندر پیدا نہیں ہونا چاہئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے؟ اس ضمن میں سورۃ آل عمران کی ان آیات میں ہمارے لئے رہنمائی موجود ہے۔ ''اے اہل ایمان اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے اور موت نہ آئے مگر فرماں برداری کی حالت میں''۔ یعنی پہلا کام یہ ہے کہ افراد تقویٰ پہ عمل کے لحاظ سے پختہ ہوں' ان کی شخصیت کی تعمیر ہو۔ اگلا نکتہ ہے ''سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو''۔ اللہ کی رسی قرآن ہے۔ قرآن سے ایمانی قوت اور فکری رہنمائی ملے گی۔ اس کے ذریعے مسلمانوں میں ذہنی ونظریاتی ہم آہنگی پیدا ہوگی کہ جو اتحاد امت کی بنیاد ہے۔ آگے فرمایا کہ اس طرح جو مضبوط جماعت وجود میں آئی ہے اس کے کرنے کے تین کام ہیں: ''تم سے ایسی جماعت وجود میں آنی چاہئے جو خیر کی دعوت دے (قرآن کی طرف لوگوں کو بلائے)' نیکی کا حکم دے اور بدی سے روکے۔'' بدی سے روکنے کے حدیث میں تین درجے آئے ہیں۔ طاقت کے ساتھ روکنا' زبان سے روکنا اور دل سے نفرت کرنا کہ جو ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ یہ ہے کرنے کا کام۔ لہٰذا حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ یہاں اسلامی قانون نافذ کرو۔ اس کا عملی طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے قدم کے طور پر پاکستان کے دستور میں کچھ ضروری ترامیم کی جائیں۔ اس دستور میں پورا اسلام موجود ہے' قرارداد مقاصد موجود ہے' دفعہ ۲۲۷ موجود ہے' فیڈرل شریعت کورٹ موجود ہے۔ لیکن ہر شق اور ہر ادارے پر کچھ قدغنیں موجود ہیں جس کی وجہ سے وہ غیر مؤثر ہیں۔ یہ قدغنیں اور پابندیاں ہٹا دی جائیں تاکہ تنفیذ شریعت کا عمل شروع ہو جائے۔ اگرچہ قانون سازی تو پارلیمنٹ ہی کرے گی لیکن دستوری کی رو سے وہ پابند ہوگی کہ قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہ کرے چنانچہ اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ پارلیمنٹ کا بنایا ہوا کوئی قانون اسلام کی حدود سے تجاوز کر گیا ہے تو اسے حق ہوگا کہ وہ سپریم کورٹ یا فیڈرل شریعت کورٹ میں جائے اور ثابت کرے کہ یہ چیز اسلام کے خلاف ہے' کورٹ اگر اس شخص کے حق میں فیصلہ دے تو پھر وہ قانون **null and void** ہو جائے گا اور اس کی جگہ متبادل قانون سازی کر لی جائے گی۔ اس طرح یہ پراسیس چلتا رہے گا اور ملک میں بتدریج ہر شے اسلام کے مطابق ہو جائے گی۔ ہاں دینی جماعتوں کا کام یہ ہوگا کہ وہ ایک بھرپور پریشر گروپ کے طور پر حکومت پر دباؤ برقرار رکھیں کہ وہ نفاذ شریعت میں لیت ولعل سے کام نہ لے۔

آخری بات یہ ہے کہ حکومت کو چاہئے کہ افغانستان میں طالبان پر ہونے والے ممکنہ مظالم کو روکنے کی پوری کوشش کرے اور پاکستان اور عرب ممالک کے ان شہریوں کی سلامتی کو یقینی بنانے کے لئے امریکہ پر ہر ممکن دباؤ ڈالے جو خالص اسلامی جذبے کے تحت طالبان کی مدد یا روسی حملے کے وقت افغانستان کے دفاع کے لئے وہاں گئے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس بارے میں مشرف صاحب نے بیان دیئے ہیں۔ لیکن انہیں چاہئے کہ وہ مزید آگے بڑھ کر OIC اور دیگر اسلامی ممالک سے کہلوا کر امریکہ سے ان کے تحفظ کی ضمانت حاصل کریں کیونکہ یہ جنگ امریکہ نے لڑی ہے شمالی اتحاد نے نہیں لڑی ہے۔ لہٰذا شمالی اتحاد کو مینڈیٹ دے دینا بالکل غلط ہے۔ جب جنگ تم نے جیتی ہے تو جنگ کے قوانین کی پابندی بھی کرو۔ اگر کوئی ہتھیار ڈال رہا ہے تو انہیں جنگی قیدی بناؤ' ان کی زندگی کی ضمانت دینا پڑے گی' وہ آپ کے جنگی قیدی ہیں' آپ انہیں قتل نہیں کر سکتے۔ یہ بات ہمیں پوری قوت کے ساتھ اٹھانی چاہئے OO

بقیہ : تجزیہ

چہ اس کرے تو اس حکمران کے خلاف تحریک میں اپوزیشن کی بھرپور مدد کرنا۔ تحریک نظام مصطفیٰ اس کی بہترین مثال ہے۔ یا پھر ایسے حکمران کا جہاز فضا میں ہی تحلیل کرا دیا جاتا ہے۔ اب بھی اگر ایٹمی صلاحیت کے حوالے سے مشرف نے امریکہ کے حکم کی تعمیل نہ کی تو اپوزیشن کی طرف سے مشرف کے خلاف چلنے والی تحریک کو مکمل طور پر امریکہ کی آشیرباد حاصل ہوگی اور آنے والی حکومت اس وعدہ کے ساتھ آئے گی کہ وہ ایٹمی تنصیبات کے معاملے میں امریکہ سے تعاون کرے گی۔

راقم مبالغہ سے نہیں بلکہ مکمل طور پر افراط وتفریط سے بچتے ہوئے یقین سے کہہ سکتا ہے کہ افغان بحران میں پاکستان کو خسارے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔

حالیہ افغان بحران میں پاکستان کا کردار ـــــ کیا کھویا کیا پایا؟

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

پاکستان پیپلز پارٹی لاہور کے سیکرٹری تعلقات عامہ قمر جاوید چودھری نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ بے نظیر بھٹو کا دورۂ بھارت ایک جرأت مندانہ قدم ہے۔ محترمہ نے اپنے اس دورہ کے دوران جو ارشادات فرمائے ہیں اور جس طرح پاکستان کے ازلی دشمن بھارت کے موقف کی بھارت میں اپنی موجودگی کے دوران تائید کی ہے' راقم کو اس سے جرأت مندی اور دلیری جیسے الفاظ کا مفہوم صحیح صحیح سمجھ آ گیا ہے وگرنہ اس سے پہلے جب دنیا بھر کے لیڈر صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کو ۱۱ ستمبر کے بعد اپنی افغان پالیسی میں یوٹرن لینے پر ان کی جرأت اور بہادری کی داد دیتے تھے تو راقم کو یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ انسان برہنہ ہو کر کسی دھمکی دینے والے کے سامنے اوندھے منہ گر جائے اور اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر یس باس' یس باس کی گردان کرنے لگے تو وہ جرأت مندی اور بہادری کا پیکر کیسے کہلا سکتا ہے لیکن وقت جو ایک حقیقی استاد ہے اس نے یہ پڑھا دیا ہے کہ

ہماری کیفیت وہی ہے جو ہاتھ پھیلانے اور پاؤں پڑنے والوں کی ہوتی ہے

اکیسویں صدی میں تیسری دنیا والوں کے لئے ان الفاظ کا یہی مفہوم ہوگا۔ زمینی حقائق کا صحیح صحیح ادراک رکھنے والے اور معروضی حالات کا درست شعور رکھنے والے باریک بین تجزیہ نگار ہمیں جوش کی بجائے ہوش کی تلقین فرما رہے ہیں۔ وہ ہمیں یاد دلا رہے ہیں کہ بھینس تو پرانے زمانے میں بھی لاٹھی والے ہی کی ہوتی تھی۔ وہ عقلیت پسند ہیں اور دل کی دنیا کو کبھی بھی تنہا چھوڑنے کے قائل نہیں۔ ہم پیٹ کی بجائے دل کا انتخاب کرنے والے لوگ' زمینی حقائق کا ادراک اور معروضی حالات کا شعور رکھنے والے حضرات (جن کی تعداد پہلے ۸۵ فیصد تھی اب اچانک بڑھ کر ۹۸ فیصد ہو گئی ہے) سے دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ براہِ کرم دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد کا حصہ بن کر اپنے سود و ضیاع کی بیلنس شیٹ تو بنائیے' کچھ تو حساب لگائیے کیا کھویا کیا پایا۔ عزت و احترام اور قومی وقار کا وہی حال ہوا جو ہاتھ پھیلانے اور پاؤں پڑنے والوں کا ہوتا ہے۔ دوست افغانستان کے ہاتھ سے نکل جانے سے بھارت سے جنگ کی صورت میں جو دفاعی گہرائی حاصل تھی اس سے ہم محروم ہو گئے۔ شمالی اتحاد سے تعلق رکھنے والے افغانی جو درحقیقت ازبکی اور تاجکی پاکستان دشمنی میں خود کو بھارت سے دو ہاتھ آگے ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے جس بے دردی اور جس بہیمانہ انداز سے مزار شریف میں پاکستانیوں کو چن چن کر اذیتیں دے کر ہلاک کیا ہے' ان کے طرزِ عمل سے واضح ہے کہ بھارت سے جنگ کی صورت

ابوالحسن

میں وہ ہماری پیٹھ میں خنجر گھونپیں گے۔ شمالی اتحاد والے پاکستان کی تائید اور رہنمائی میں ہونے والی امریکی بمباری سے ہی اس قابل ہوئے ہیں کہ مزار شریف اور کابل وغیرہ پر قبضہ کر لیں۔

کشمیر کاز جسے محفوظ رکھنے کے لئے پرویز مشرف اتحاد کا حصہ بنے ہیں' اس کاز سے اب خود ہم خوفزدہ ہو رہے ہیں کیونکہ امریکہ افغانستان سے فارغ ہو کر دنیا کے دوسرے علاقوں سے دہشت گردی ختم کرنے کا ارادہ ظاہر کر چکا ہے۔ امریکہ کا بغل بچہ برطانیہ واضح طور پر اعلان کر چکا ہے کہ کشمیر میں ہمسایہ ملک دراندازی کر کے دہشت گردی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ جن جہادی تنظیموں کو خود پال پوس کر جوان کیا ہے' اپنے ان بچوں کو خود اپنے پنجوں تلے کچل دیں۔ جیش محمد کو دہشت گرد قرار دیا جا چکا ہے اور لشکر طیبہ کو دہشت گرد قرار دینے کی تیاری ہے۔ اگر پاکستان کی فوجی حکومت ان جہادی تنظیموں کو کچلنے سے انکار کرتی ہے تو امریکہ نے دہشت گردی کی جو نئی تعریف کی ہے کہ ہر اس ملک کو دہشت گرد قرار دے دیا جائے گا جو دہشت گردوں کو پناہ

آج اس ایٹم بم کی حفاظت ایک مسئلہ بنی ہوئی ہے جو ہم نے اپنی سلامتی کے لئے بنایا تھا

مہیا کرتا ہے' اس تعریف کے ذیل میں پاکستان امریکی حملے کا مستحق ٹھہرتا ہے اور اگر امریکی حملہ کے خوف سے بچنے کے لئے خود حکومت ان تنظیموں کو کچلتی ہے تو کشمیر میں ہونے والا جہاد پاکستان کا رخ کر سکتا ہے اور بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہو جائے گا جس سے ملک کا کیا انجام ہوگا اس کے تصور سے بھی روح کانپتی ہے۔ پھر دیکھئے ساری قوم کی خفگی اور ناراضگی مول لے کر مشرف نے امریکہ سے تعاون کا عہد کیا اور نبھایا لیکن امریکہ اس بھارت کی فوج کو کیل کانٹے سے لیس کرنے کی نوید سنا رہا ہے جو کشمیر میں اپنے ظلم کو آخری انتہا تک پہنچا رہا ہے اور جس کا ذکر کر کے مشرف صاحب غصے سے دانت بھینچتے نظر آتے ہیں۔ جو ایٹم بم ہم نے اپنی سلامتی اور حفاظت کے لئے بنایا تھا۔ مشرف کے امریکہ کے اتحادی بننے کے فیصلے نے خود اس ایٹم بم کی حفاظت ہمارے لئے مسئلہ بنا دیا ہے' ہمیں کہا جا رہا ہے کہ تم غیر ذمہ دار ہو' تم کمزور ہو' انتہا پسند تم سے ایٹم بم چھین لیں گے لہٰذا تم دور ہٹو' ہم تمہارے ایٹم بم کی حفاظت کریں گے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مجاہد تلوار ہاتھ میں لئے بے خوف دکھائی دیتا اور اسے لہرا کر اپنے دشمنوں سے محفوظ رہتا لیکن وہ تلوار چھپائے پھر رہا ہے کہ کہیں دشمن اس سے یہ چھین نہ

عوامی امنگوں کے خلاف فیصلہ کروا کر مشرف کو تنہا کر دیا گیا ہے

لے۔ معیشت کا حال یہ ہوا ہے کہ ہماری کمر پر اور بوجھ ڈال دیا گیا ہے جبکہ ہمارے سمندری راستوں کی ناکہ بندی کر کے ہماری ایکسپورٹ امپورٹ پر تالے ڈال دیئے گئے ہیں۔ ہمارے بحری جہازوں کی تلاشیاں لے کر اسامہ برآمد کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ عوامی امنگوں کے خلاف فیصلہ کروا کر مشرف کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لی گئی ہے۔ اب وہ جب تک صدر ہیں' صرف اور صرف امریکی سہارے حکومت کر سکیں گے۔ کسی امریکی حکم کو نظر انداز کرنا ان کے لئے ممکن نہیں رہے گا کیونکہ ان کا اقتدار اور جان دونوں خطرے میں پڑ جائیں گے۔

پاکستان کے معاملے میں امریکی واردات کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ پہلے حکمران کو سبز باغ دکھا کر عوامی امنگوں کے خلاف فیصلے کرواتا جس سے حکمران اور عوام کے درمیان فاصلے بڑھ جاتے ہیں اور پھر اس کی گردن پر انگوٹھا رکھ کر اپنے مفادات کے تابع فیصلے کرواتا اور اگر وہ ذرا چوں

(باقی صفحہ ۵ پر)

روزے اور قرآن کا باہمی تعلق

رمضان المبارک کے عظیم اور بابرکت مہینے کی عظمت و افادیت سے آگاہ کرنے اور اس کی برکات سے صحیح طور پر مستفید ہونے کے لئے حضور ﷺ نے ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خطبہ دیا' جس میں ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم پر ایک عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ یہ مہینہ بڑا بابرکت ہے۔ اس ماہ مبارک میں ایک رات (شب قدر) ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ میں روزے رکھنا فرض ٹھہرایا ہے اور اس کی رات میں قیام (یعنی تراویح) کو نفل قرار دیا ہے۔ جو کوئی بھی اس مہینے میں نیکی کا کام کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنا چاہے گا' اسے اس نیکی کا اجر و ثواب اتنا ملے گا جیسے دوسرے دنوں میں فرض ادا کرنے پر ملے گا (یعنی مسنون اور نفل نیکی فرض کے برابر ہو جائے گی) اور جو کوئی اس مہینہ میں فرض ادا کرتا ہے تو اس کو ستر فرائض کے برابر اجر و ثواب ملے گا اور یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا اجر و ثواب جنت ہے اور یہ باہمی ہمدردی اور دمسازی کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں بندۂ مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ جو کوئی اس مہینے میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے گا' اس کے گناہوں کی مغفرت بھی ہو گی اور اس کی گردن کو دوزخ کی آگ سے چھٹکارا بھی حاصل ہو گا اور روزہ افطار کرانے والے کو روزہ دار کے برابر اجر و ثواب بھی ملے گا' بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی کی جائے''۔ اس پر صحابہؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہر ایک تو روزہ افطار کرانے کی استطاعت نہیں رکھتا''۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ ثواب اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو دودھ یا لسی کی معمولی مقدار یا صرف پانی کے ایک گھونٹ ہی سے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے گا اور جو کوئی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے گا' اسے اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی حوض کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا کہ اس کو میدان حشر میں پیاس نہیں لگے گی' یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس مہینے کا ابتدائی عشرہ اللہ کی رحمت کا ظہور ہے اور اس کا درمیانی عشرہ مغفرت خداوندی کا مظہر ہے اور آخری عشرہ گردنوں کو آتش دوزخ سے چھڑانے کی بشارت اور نوید سے معمور ہے اور جو کوئی اس مہینہ میں غلام و خادم اور زیر دستوں کی مشقت میں تخفیف اور کمی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور دوزخ کی آگ سے آزادی عطا فرمائے گا۔''

اس حد درجہ بلیغ و جامع خطبہ میں نبی اکرم ﷺ نے رمضان المبارک میں کئے جانے والے نیک اعمال کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔ آپؐ کی یہ منشاء اور خواہش تھی کہ امت مسلمہ اس عظمت والے مہینہ سے مستفیض ہونے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو جائے' اس لئے کہ جب تک کسی چیز کی حقیقی قدر و قیمت کا شعور نہ ہو اس وقت تک انسان اس سے صحیح طور پر اور بھرپور طریقے سے استفادہ نہیں کر سکتا۔ صیام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کر دیا گیا ہے' جیسے تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کیا گیا تا کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے''۔ (البقرہ: ۱۸۳) آگے آیت ۱۸۵ میں فرمایا:

''رمضان المبارک نزول قرآن کا مہینہ ہے' جسے لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی بنا کر حق و باطل میں تمیز کرنے والے کھلے اور مضبوط دلائل کے ساتھ نازل کیا گیا''۔

روزے کی عبادت کے لئے کوئی سا مہینہ بھی مقرر کیا جا

ڈاکٹر اسرار احمد

سکتا تھا' مگر اس کے لئے بطور خاص رمضان المبارک ہی کا انتخاب اس لئے ہوا کہ یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں دن کے روزہ کے ساتھ رات کو قیام اللیل کی عبادت کو اجر و ثواب کے حصول کا ذریعہ بنا دیا گیا۔ رمضان المبارک میں قیام اللیل کی اہمیت اس حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ روزے رکھے تو ایسے شخص کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے گئے اور جس نے رمضان المبارک کی راتوں کو ایمان و احتساب کے ساتھ قیام کیا' اس کے بھی جملہ سابقہ گناہ بخش دیئے گئے۔''
(بخاری و مسلم)

اس حدیث مبارکہ میں صیام و قیام کو ایک دوسرے کے متوازی و مساوی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اسی مضمون کو ایک اور حدیث میں یوں فرمایا گیا ہے:

''روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے (یعنی اس بندے کی جو دن کو روزہ رکھے گا اور رات کو اللہ کے حضور کھڑے ہو کر قرآن پڑھے یا سنے گا)۔ روزہ عرض کرے گا: اے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے سے روکے رکھا' پس میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا: اے پروردگار! میں نے اس بندے کو رات کے وقت سونے سے روکے رکھا' پس اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندے کے حق میں قبول فرمائی جائے گی۔''

درج بالا احادیث کا مدعا و منشا رمضان المبارک کی راتوں کا زیادہ سے زیادہ حصہ قرآن مجید کے ساتھ بسر کرنا ہے' یعنی صیام و قیام کے متوازی حکم نبوی ﷺ کا تقاضا ہے کہ بندۂ مومن کا دن جس طرح روزے کی حالت میں گزرتا ہے' اسی طرح اس کی رات قرآن کے ساتھ بسر ہو' لہٰذا رمضان المبارک میں تراویح کی شکل میں قرآن مجید کی تلاوت و سماعت کا افضل ترین عمل رکھا گیا ہے اور اس عمل کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایمان و احتساب کے ساتھ دن کے روزے اور رات کے قیام پر نبی اکرم ﷺ نے پچھلے تمام گناہوں پر مغفرت کی بشارت دی ہے۔

اس مہینے میں روزہ کی برکت سے تقویٰ اور خدا ترسی کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی شخص ان جذبات کے ساتھ نماز تراویح میں اپنے خالق کے حضور کھڑا ہوتا ہے اور قرآن سنتا ہے تو گویا اس کے قلب پر قرآن مجید کا نزول ہو رہا ہوتا ہے۔ وحی الٰہی کی یہ باران رحمت اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین انعام و احسان ہے' اس لئے کہ بندۂ مومن قرآن مجید کی تلاوت کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرتا ہے۔ قرآن مجید کی اس عظمت کو علامہ اقبال نے یوں بیان فرمایا:

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
این کتابے نیست چیزے دیگر است
مثل حق پنہاں و ہم پیدا ست تو
زندہ و پائندہ و گویا ست تو
چوں بجاں در رفت جاں چوں دیگر شود
جاں چو دیگر شود جہاں دیگر شود

علامہ کہتے ہیں: ''اس کتاب کے بارے میں جو بات میرے دل میں پوشیدہ ہے' اسے اعلانیہ ہی بیان کر دوں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب نہیں بلکہ کچھ اور ہی شے ہے۔ یہ ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے' لہٰذا اسی کے مانند پوشیدہ بھی ہے اور ظاہر بھی اور جیتی جاگتی اور بولتی بھی ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ یہ حکمت بھری کتاب جب کسی کے باطن میں سرایت کر جاتی ہے تو اس کے اندر ایک انقلاب برپا ہو جاتا ہے اور جس کسی کے اندر ایک انقلاب برپا ہو جاتا ہے اور جس کسی کے اندر کی دنیا بدل جاتی ہے تو پھر پوری دنیا اس کے اس انقلاب کی زد میں آ جاتی ہے''۔

قرآن مجید کی اس عظمت و جلالت شان کو خود قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا گیا:

''ہم اگر اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خشیت سے جھک جاتا اور پھٹ جاتا اور

ہم یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ غور و فکر کریں۔"

قرآن مجید سے استفادہ کی لازمی شرط تقویٰ ہے' جبکہ روزے سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ یوں روزے اور قرآن کے دوگونہ پروگرام کے ذریعے انسان کی روح نشوونما پاتی ہے اور روح سے حیوانی جبلتوں کا بوجھ کم ہو جاتا ہے' کیونکہ روح کو اس کی اصل غذا کلام ربانی کی صورت میں مہیا ہو جاتی ہے اور ع "اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز تھا حسن" کے مصداق صیام و قیام کی مسلسل مشق کے نتیجے میں بندۂ مومن کی روح کو نہ صرف جلا ملتی ہے بلکہ اس کے دل میں جذبۂ تشکر بھی پروان چڑھتا ہے' جس سے اللہ کے ساتھ بندہ کے تعلق میں جوش اور ولولہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے' گڑگڑانے اور اپنی خطاؤں سے توبہ کرنے کے جذبات موجزن ہو جاتے ہیں۔ گویا رمضان المبارک میں بندہ مومن پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ اسلام کے علاوہ دیگر اہل مذاہب نے اللہ تک براہ راست رسائی کے لئے بے شمار واسطے اور وسیلے گھڑ کر نا قابل فہم مشرکانہ نظام وضع کر رکھے ہیں' بقول اقبال:

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیران کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

لیکن اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لئے کسی پوپ' کسی پروہت' کسی پنڈت یا کسی پیر کی بطور واسطہ ضرورت نہیں ہے۔ انسانی شرف اور آزادی کے لئے اس سے بڑا منشور اور چارٹر کوئی نہیں ہو سکتا کہ خالق و مخلوق کے درمیان کوئی دوسرا انسان حائل نہ ہو' البتہ بعض اوقات انسانوں کا اپنا طرز عمل اور ان کی حرام خوری اللہ اور بندے کے مابین حجاب بھی بن جاتی ہے' چنانچہ رزق حلال کا حصول بھی تقویٰ کی شرط لازم ہے' جس کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام رسولوں کو بھی رزق حلال کی تلقین کی ہے۔

مختصر یہ کہ صیام و قیام رمضان سے تعلق مع اللہ کے حصول کا مقصد بخوبی حاصل ہوتا ہے' تاہم رمضان میں روزے کے ساتھ رات کے قیام کا کامل فائدہ تبھی ممکن ہے جب مقتدی نماز تراویح میں ہونے والی تلاوت قرآن کے مطالب کو سمجھ بھی رہا ہو۔ اس کا ایک طریقہ تو وہ ہے جو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے اختیار فرمایا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی خانقاہ میں تراویح کی نماز میں کئی ہزار افراد شریک ہوتے تھے۔ وہاں ہر چار رکعت نماز تراویح کے بعد نصف سے پون گھنٹہ کا وقفہ ہوتا جس کے دوران بعض لوگ اذکار و اوراد میں مصروف ہو جاتے اور کچھ لوگ وعظ و نصیحت سننے سنانے میں مصروف کار ہوتے اور بعض لوگ اگلی آیات کی تلاوت کرتے۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جو انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام لاہور' گوجرانوالہ' کراچی' پشاور' فیصل آباد' ملتان' سرگودھا' راولپنڈی' کوئٹہ اور ملک کے دوسرے شہروں میں نماز تراویح کے ساتھ ساتھ ترجمہ و تفسیر قرآن کا پروگرام "دورہ ترجمہ قرآن" کے نام سے گزشتہ کئی سالوں سے منعقد کیا جا رہا ہے اور جس کی بدولت عربی زبان سے عدم واقفیت کے باوجود پروگرام کے شرکاء کو کچھ نہ کچھ قرآن مجید کی تعلیمات سے آگاہی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ہم رمضان میں قرآن کے ساتھ اپنے تعلق کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کریں۔

ضرورت رشتہ

سید فیملی کی ۳۰ سالہ بی اے لڑکی کے لئے سید/صدیقی/فاروقی خاندان کا رشتہ (ترجیحاً لاہور سے) درکار ہے۔

رابطہ: سید افتخار احمد (صبح ۹ سے دوپہر ساڑھے بارہ بجے تک)

فون: 5869501-03

نکل جاتی ہے سچی بات....

"امریکہ خود بہت بڑا دہشت گرد ہے"

امریکی سکالر پروفیسر چومسکی کی کھری کھری باتیں

بین الاقوامی شہرت یافتہ امریکی سکالر نوام چومسکی نے لاہور میں لیکچر دیتے ہوئے کہا ہے کہ امریکہ خود بہت بڑا دہشت گرد ہے اور وہ ہر اس ملک کو دہشت گرد قرار دیتا اور اس پر حملہ آور ہوتا ہے جس کو وہ اپنے لئے خطرہ محسوس کرتا ہے۔ امریکہ اپنے سوا کسی ملک میں قومیت کی تحریک نہیں ابھرنے دیتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ عرصہ دراز سے ایک استعماری قوت کے طور پر پوری دنیا کو اپنا تابع مہمل بنانے اور دنیا بھر کے وسائل کو اپنے استعمال میں لانے کے منصوبے پر عمل پیرا ہے اور اس مقصد کے لئے وہ ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرتا چلا آ رہا ہے۔

کسی زمانے میں اس نے کمیونزم کو اپنا خصوصی ہدف قرار دے کر اس کے خاتمے کے لئے کوششوں کو جمہوریت اور فرد کے حقوق کا تحفظ قرار دیا اور اس ضمن میں اپنے مخالفین کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ مخالف رہنماؤں کو سی آئی اے کے ذریعے قتل کرانا' کمیونسٹ ریاستوں میں بغاوتیں' انہیں عدم استحکام سے دوچار کرنے کے لئے معاشی و اقتصادی اقدامات اور موقع ملنے پر اپنے ایجنٹوں کے ذریعے وہاں اقتدار اعلیٰ پر قبضہ کرنا معمول کی باتیں ہیں۔ لاطینی امریکہ اور مشرق وسطیٰ میں عشروں سے جو کچھ ہوتا چلا آ رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں اور امریکہ کا کیا دھرا ہے۔

امریکہ نے اپنے قدیمی اتحادی اسرائیل اور ہمنوا بھارت کی ریاستی دہشت گردی کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی اور جمہوریت و شہری آزادیوں کا علمبردار ہونے کے باوجود دنیا کے مختلف حصوں میں فوجی اور سول آمریت کی مکمل سرپرستی کی کیونکہ یہ سول اور فوجی آمریتیں اس کے مقاصد کو آگے بڑھانے میں مددگار ہوتے رہے۔ نکاراگوا میں پہلے تو فوجی آمریت کی حوصلہ افزائی کی اور پھر اسے بہانہ بنا کر فوجی کارروائی کی گئی۔ ہیٹی میں بھی یہی ہوا جس کی وجہ سے ہیٹی دنیا کا پسماندہ ترین ملک ہے۔ افغانستان میں جو کچھ ہوا' وہ بھی اسی سلسلے کی کڑی تھا۔ اگر ۱۱ ستمبر کا واقعہ دہشت گردی تھا تو ۷ اکتوبر کو افغانستان پر حملہ بھی دہشت گردی کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ نہ تو اقوام متحدہ کے سامنے اور نہ ہی امریکی عوام کے سامنے ثبوت رکھے گئے اور نہ حملے کے لئے اس کی باضابطہ منظوری لی گئی۔ یہ سراسر ایک شوریدہ سر کا ذاتی فیصلہ تھا۔

نوام چومسکی نے اسلامی برادری کو یہ انتباہ بھی کیا کہ فی الحال اگر امریکہ اس سے مرضی کا سلوک کر رہا ہے تو اس کی وجہ تیل کی دولت ہے جو اگلے چند عشروں میں ختم ہو جائے گی اور انہیں سوچنا چاہئے کہ پھر امریکہ اور اس کے اتحادی مسلمانوں سے کیا سلوک کریں گے! کاش مسلمانوں کو سوچنے کی بھی عادت ہوتی۔

پروفیسر نوام چومسکی نے یہ بھی خدشہ ظاہر کیا ہے کہ افغان جنگ بالآخر تہذیبوں کے ٹکراؤ کی شکل اختیار کرے گی لیکن وہ ھنٹنگٹن کے اس دعوے سے اتفاق نہیں کرتے کہ چین اپنے کنفیوشس نظریات کی وجہ سے مسلمانوں کا ساتھ دے گا۔ ان کا خیال ہے کہ روس اور چین اپنے اپنے دائرہ اثر میں اور اپنی اپنی وجوہات کی وجہ سے جو سب پر ظاہر ہیں' خود ارادیت کی تحریکوں کو کچلنے کے لئے امریکی دہشت گردی کی تائید کریں گے تاکہ ان کا بھی ہاتھ روکنے والا کوئی نہ ہو کیونکہ وہاں بھی نشانہ پر مسلمان ہی ہیں۔ ۱۹۸۹ء میں اقوام متحدہ دہشت گردی کی جامع تعریف کے قریب پہنچ گیا تھا مگر امریکہ' اسرائیل اور ہندوستان نے اپنی اپنی وجوہات کی بنا پر اس تحریک کو کامیاب نہیں ہونے دیا اور امریکہ نے ہمیشہ من مانی کی۔

(نوائے وقت' ۲۶ نومبر کے اداریہ سے ایک اقتباس)

دجالی استعمار کے خلاف اسلامی تحریکوں کے لئے لائحہ عمل

عارفین بشیر

جناب اسرار عالم نے اپنی کتاب "یا ساری الجبل" " کیا دجال کی آمد آمد ہے میں فتنۂ دجال سے متعلقہ احادیث کی بحث میں ایک مقام پر لکھا ہے:

"تب موجودہ غالب نظام یہ بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوگا کہ اگر کوئی مومن اپنا سب کچھ قربان کرکے صرف مومن زندہ رہنا چاہتا ہو تب بھی اس کو اس کی اجازت دی جائے۔ سارے کاروبار حیات سے بے دخل کر دیئے جانے کے بعد اپنے گھروں میں بھی زندہ مومن برداشت نہیں کیا جائے گا اور اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ یا ایمان سے ہاتھ دھولے یا انسانی سماج سے بے دخل ہو جائے۔"

موجودہ غالب نظام (مغربی تہذیب) کا گلوبلائزیشن کا نعرہ اور دہشت گردی کے خاتمے کے لئے کئے جانے والے اقدامات کی آڑ میں طالبان کی اسلامی حکومت اور مظلوم افغان مسلمانوں کے خلاف بربریت کا مظاہرہ مذکورہ بالا خدشات کی طرف پیش قدمی کی علامات ہیں؟

۱۱ ستمبر کے ہولناک حادثے کے بعد بین الاقوامی سطح پر جو تبدیلیاں ہوئیں ان سے درج ذیل نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں:

۱۔ امریکہ اس وقت ایک بدمست ہاتھی کی مانند ہے جو جوش میں کوئی بھی انسانیت سوز قدم اٹھا سکتا ہے۔

۲۔ تمام مغربی اور مشرقی طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں اور الکفر ملة واحدة کی واضح مثال پیش کر رہی ہیں۔

۳۔ مغربی ذرائع ابلاغ نے دہشت گردی' اسلام اور مسلمان کی اصطلاحات مترادف کو الفاظ میں بدل ڈالا ہے۔

۴۔ مسلم حکمرانوں کی اکثریت بے حس' خود غرض' دینی حمیت سے عاری اور بزدل ہے۔

۵۔ OIC سہروردی صاحب کے تاریخی الفاظ میں جو انہوں نے مسلمان ممالک کے بارے میں کہے تھے کے مطابق ایک جمع ایک مساوی صفر کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

۶۔ بین الاقوامی طاقتیں دہشت گردی کے خاتمے کے پس پردہ مسلم حریت پسند عسکری تحریکوں (چیچنیا' کشمیر وغیرہ) کو کچلنے کی بھرپور کوشش کریں گی۔

۷۔ پُرامن اسلامی تحریکوں پر بھی شدید اندرونی و بیرونی دباؤ ہوگا۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی لہر کو ہر طریقے سے روکنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔

۸۔ مسلمان حکمران بحیثیت مجموعی گلوبلائزیشن کے ایجنڈے کو پروان چڑھانے کے لئے اپنے اپنے ممالک میں مکمل تعاون کریں گے۔ اس وفاداری کے بدلے میں اپنے اقتدار کو مستحکم کر سکیں گے۔

گزشتہ دو ماہ کے دوران مغربی ذرائع ابلاغ بالخصوص ٹی وی چینلز نے مسلم عرب دنیا اور اسلام کو اپنے مسموم پراپیگنڈے کے ذریعے سے خوب بدنام کیا ہے۔ چنانچہ عرب دنیا اور اسلام کے امیج کو وسطی امریکہ اور یورپ میں بہتر بنانے کے لئے خلیج تعاون کونسل (G.C.C) کے سامنے تین نئے سیٹلائٹ چینلز کے قیام کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ اگر ان تجاویز کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے تو الجزیرہ چینل کی کارکردگی کو دیکھتے ہوئے مغربی اور صیہونی پراپیگنڈے کے موثر جواب کی توقع کی جا سکتی ہے۔ مگر حکومتوں کی اپنی مجبوریاں اور تحفظات ہیں جو انہیں مغرب کے سامنے ڈٹ جانے سے روک دیتے ہیں۔ ان حالات میں اسلامی تحریکوں کو اس دجالی استعمار کی پیش رفت کو روکنے اور نظام خلافت کے عالمی غلبہ کی راہ ہموار کرنے کے لئے اقدامات کرنے چاہئیں اس لئے کہ اسلام کی موثر ترین نمائندگی اسلامی تحریکیں ہی کر سکتی ہیں۔ اس لحاظ سے سب سے بڑی اور اہم ترین ذمہ داری اسلامی تحریکوں کی ہے۔

دنیا بھر میں پھیلی اسلامی تحریکوں نے بیسویں صدی میں کئی قابل ذکر کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ ان میں اہم یہ ہیں:

۱۔ وسیع تر اور جامع تصور دین کا تعارف اور عوام وخواص کے قابل لحاظ حلقے میں اس کی پذیرائی

۲۔ پڑھے لکھے شہری طبقے کی مناسب تعداد کا دین اسلام پر اعتماد کا اظہار اور اس پر عمل

۳۔ ہر طرح کی مخالفتوں' مشکلات' رکاوٹوں اور پراپیگنڈے کے باوجود اسلامی نظام کے قیام کی طرف پیش رفت

۴۔ مغرب بالخصوص امریکہ میں غیر مسلموں کا مسلسل قبول اسلام

۵۔ اسلامی تحریکوں کی ہیئت تنظیمی میں وسعت اور استحکام

۶۔ اسلام کے خلاف مغربی دانشوروں کے اعتراضات اور مغربی ذرائع ابلاغ کے پراپیگنڈے کا موثر جواب

امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی دہشت گردی کے خاتمے کی آڑ میں افغانستان پر اندھا دھند یلغار کے بعد اسلامی تحریکیں اپنی جدوجہد کے نئے دور میں داخل ہو رہی ہیں۔ اب انہیں پہلے سے زیادہ منظم اور طاقتور دجالی استعمار کا سامنا ہے۔ ایک طرف امریکہ اور اس کے مغربی اتحادیوں کی حکومتیں اپنے تمام تر فوجی اور معاشی وسائل کے ساتھ موجود ہیں تو دوسری طرف مغربی میڈیا اپنی تمام تر حشر سامانیوں سمیت ہراول دستے کا کام کر رہا ہے۔ اندرونی طور پر مسلم حکمران امریکہ سے اپنی وفاداریاں نبھانے کے لئے ہر دم چوکس و تیار ہیں۔ ان کے زرخرید دانشور اور غیر سرکاری تنظیمیں (NGOs) مغربی تہذیب کا زہر مسلمان عوام کی رگوں میں اتار رہے ہیں۔ چنانچہ اب کی بار ابتلاء و آزمائش کا مرحلہ زیادہ طویل اور صبر آزما ہوگا۔ پاکستان کے حوالے سے دیکھیں تو جو آزادیاں اب تک اسلامی تحریکوں کو حاصل ہیں' شاید وہ اب بتدریج کم ہوتی چلی جائیں۔ ساری صورت حال سے مقابلے کے لئے زبردست قوت ایمانی اور فراست مومنانہ کی شدید ضرورت ہوگی۔ ہمارے خیال میں کم از کم پاکستان میں درج ذیل اقدامات کے بغیر دجالی استعمار کا موثر طریقے سے مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہوگا:

۱۔ تمام اسلامی تحریکوں میں تمام اختلافات کے علی الرغم اتحاد و تعاون کے لئے ایک اتحاد فورم تشکیل دیا جائے جس میں تمام اسلامی تحریکوں کو نمائندگی حاصل ہو۔ یہ تحریکیں میڈیا میں کھلے عام ایک دوسرے پر تنقید کرنے کی بجائے اس فورم میں اپنا نقطہ نظر بیان کریں اور کسی مشترکہ موقف تک پہنچنے کی کوشش کریں۔

۲۔ شریعت محاذ کو متحرک کیا جائے۔ اس کے ذریعے حکومت کی خلاف اسلام پالیسیوں پر تنقید کی جائے۔ رائے عامہ کو ہموار کیا جائے۔ پُرامن طریقے سے حکومت کو اپنی پالیسیوں کو قرآن وسنت کے دائرہ کار میں لانے کے لئے زور دیا جائے۔

۳۔ دعوت رجوع الی القرآن کو پہلے سے زیادہ موثر اور متحرک بنایا جائے۔ اسلامی تحریکیں تمام ممکنہ ذرائع کو استعمال کر کے عوام وخواص میں قرآن فہمی کا ذوق پیدا کریں۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

نظام خلافت کا قیام — وقت کی پکار

تحریر : محمد زبیر خان

وطن عزیز پاکستان اس وقت تاریخ کے ایک نازک ترین مرحلے سے گزر رہا ہے۔ قوموں کی تاریخ میں بعض مراحل ایسے آتے رہتے ہیں جن میں اصل اہمیت قوموں کی قیادت کی بصیرت وحکمت اور قوت فیصلہ کی ہوتی ہے۔ وطن عزیز میں بھی آج کچھ ایسی ہی صورتحال ہے کہ اگر اس مرحلہ پر ہمارے حکمرانوں و سیاسی لیڈروں نے فہم وفراست اور بصیرت سے کام نہ لیا تو اندیشہ ہے کہ ملک کہیں (خاکم بدہن) خانہ جنگی کا شکار نہ ہو جائے۔ گویا اس وقت ہماری موجودہ قیادت کی بصیرت اور قوت فیصلہ کا ایک فیصلہ کن امتحان ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ لوگ اس امتحان میں کس حد تک کامیاب رہتے ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم اس امتحان و آزمائش کی نوعیت کا جائزہ لیں آیئے غور کریں کہ پاکستان کے قیام کی اصل بنیاد کیا تھی اور گزشتہ ۵۳ سالوں میں ہمارے حکمرانوں نے کیا کچھ کیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں اور دیگر استعماری ایجنٹ قیام پاکستان کے ساتھ ہی اس نوزائیدہ نظریاتی مملکت کو سیاسی طور پر کمزور کرنے اور اسے اس کی نظریاتی اساس سے دور رکھنے کے لئے پوری طرح متحرک ہوگئی تھیں۔ ان کا یہ عمل کسی حد تک فطری تھا کیونکہ نظریہ پاکستان میں بین الاقوامی استعمار کی نفی تھی۔ اس لئے اولاً تو ان طاقتوں نے پاکستان کے قیام کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن قائداعظم کی بصیرت آموز جدوجہد اور ایک عظیم عوامی جذبہ کے نتیجے میں پاکستان قائم ہوگیا اور استعماری طاقتوں کی سازشیں ناکام ہوگئیں۔ لیکن چونکہ یہ طاقتیں اسلام کے احیائی جذبہ سے خوفزدہ تھیں اس لئے انہوں نے اس نوزائیدہ مملکت کو اندرونی طور پر عدم استحکام کا شکار کرنے کے لئے کمر کس لی۔

تاہم جب تک قائداعظم زندہ رہے یہ دشمن عناصر اپنے پروگرام کو آگے نہ بڑھا سکے کیونکہ وہ قائداعظم کی ذہانت وبصیرت سے خوفزدہ تھے۔ لیکن قائد محترم کی وفات کے بعد یہ عناصر پوری طرح کھل کر سامنے آگئے اور ملک کو اس کی نظریاتی منزل سے دور رکھنے کے لئے اپنی سرگرمیاں تیز کردی۔ چنانچہ انہی سرگرمیوں کے تحت ملک میں کوئی ایسی صالح، حوصلہ مند اور نظریاتی قیادت سامنے نہ آنے دی گئی جو اس ملک کو اس کی اصل منزل یعنی ''اسلامی نظام'' کے قیام کی طرف لے جاتی۔

ہمارے یہاں جو کرائے کے حکمران مسلط کئے جاتے رہے انہوں نے شروع ہی سے پاکستان کو بیرونی سہاروں پر زندہ رکھنے کی ناکام کوششیں کیں۔ حالانکہ پاکستان کے قیام کے پیچھے تو اسلام کا احیائی جذبہ تھا اور اس کی بقاء واستحکام بھی اسلام کے آفاقی نظام کے قیام سے وابستہ تھی۔ لیکن شومئی قسمت کہ تاحال یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔

آج ہمارے موجودہ حکمران بھی اپنے سابقہ ساتھیوں کی روش کو اپنائے ہوئے ہیں اور وطن عزیز کو نام نہاد ''عالمی مالیاتی اداروں'' کی طرف سے دی جانے والی ''آکسیجن'' کے سہارے زندہ رکھنے کی ناکام کوشش کی جا رہی ہے۔ موجودہ حکمران بھی سابقہ حکمرانوں کی طرح آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک جیسے انسانیت دشمن اداروں کی طرف سے عوام کش شرائط پر مبنی قرضوں کی قسط ملنے میں اپنی کامیابی کا راز سمجھتے ہیں اور ان اسلام دشمن اداروں کے چنگل سے نکلنے کے لئے سوچنا تک گوارہ نہیں کرتے۔ پاکستان کی گزشتہ ۵۳ سالہ تاریخ شاہد ہے کہ پاکستان کو ملنے والی اس ایڈ نے ہمیشہ ایڈز کا کام دیا۔ پاکستان کی مثال دراصل اس مریض کی سی ہے جسے اس کو لاحق بیماری یا مرض کے موافق کوئی دوا دی ہی نہیں جا رہی، بلکہ ایسی ادویات سے اس کا علاج کیا جا رہا ہے جن سے تکلیف میں آرام کی بجائے مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ قبل اس کے کہ یہ مریض لاعلاج ہو جائے، اس کی صحت یابی کے لئے کرنے کا اصل کام کیا ہے اور اصل میں وہ دوا کون سی ہے جو وطن عزیز کو صحیح معنوں میں تندرستی وصحتیابی عطا کر سکے۔ اس کیلئے چند حقائق کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

موجودہ نظام ناقابل اصلاح ہے:

یہ ایک حقیقت ہے کہ رائج الوقت فرسودہ نظام ناقابل اصلاح ہے۔ جس طرح ایک درخت کی فقط ٹہنیاں اور شاخیں کاٹنے سے پورا درخت ختم نہیں کیا جا سکتا اسی طرح اس استحصالی نظام (Exploitative system) کے اوپر اصلاحات کے چند پیوند لگانے سے اچھے نتائج کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو ہم اسے احمقانہ سوچ سمجھیں گے، کیونکہ اس نظام کی بنیاد ہی فرسودہ ہے۔ اس کی جڑوں کو کرپشن اور ناانصافی کی خوراک مل رہی ہے۔ جب بنیاد ہی ٹھیک نہ ہو تو عمارت زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتی۔ خود پاکستان کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اس نظام کے تحت اب تک جتنے بھی اقدامات کئے گئے ہیں، سب کے سب ناکام ہوئے۔ آج وطن عزیز پاکستان کو جن بڑے مسائل کا سامنا ہے، ان میں بڑھتی ہوئی قتل و غارت اور دہشت گردی پیش پیش ہے جو ملک کی اقتصادی ترقی میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ لیکن ہمارے حکمران اس مسئلے سے نمٹنے کے لئے عجب وغربت اقدامات کرتے چلے آئے ہیں۔ کبھی لاؤڈ سپیکر اور کبھی موٹر سائیکل کی ڈبل سواری پر پابندی وغیرہ لیکن یہ تمام اقدامات ناکام ثابت ہوتے چلے آئے ہیں۔

ملکی استحکام کا ضامن نظام

اب سوال یہ ہے کہ آخر وہ کون سا نظام ہے جو حقیقی معنوں میں امن وامان کے قیام کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور ایسے تمام اسباب اور وجوہات کی جڑ کاٹتا ہے جو فتنہ وفساد کا باعث بنتے ہوں۔ ہر عقلمند، دانا، ذی شعور شخص یہ جانتا ہے کہ درحقیقت یہ اسلام ہی کا وہ آفاقی و اعلیٰ اخلاقی اقدار پر مبنی نظام ہے جو آج بھی ہمارے دکھوں کا اور بیماریوں کا علاج کرسکتا ہے۔

خلافت راشدہ کے نظام کے دوران عوام کے حقوق کا کس قدر خیال رکھا جاتا تھا اس کی ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک دفعہ عوام سے مخاطب ہوتے ہوئے کچھ یوں کہا کہ ''لوگو! اگر میں ایسے اقدامات کرتا ہوں جن کی وجہ سے تمہیں تمہارے حقوق گھر کی دہلیز پر ملیں تو میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گا لیکن اس کے برعکس اگر میں ایسے اقدامات کروں جن کی وجہ سے تمہیں اپنے حقوق لینے کے لئے میرے پاس آنا پڑے تو میں سمجھوں گا کہ مجھ سے بُرا شخص اس دنیا میں موجود نہیں ہے''۔

یہ ہے اسلامی نظامِ خلافت میں حکمرانی کا وہ سنہری اصول کہ جس کو اپنا کر آج بھی دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

خلافت راشدہ کے دور پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہ لوگ حکمران یا خلیفہ بننے کو اپنے اوپر ایک بہت بڑا بوجھ سمجھتے تھے کہ کہیں رعایا کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی سرزد نہ ہو جائے۔ ایک طرف ہمیں وہ مثالی حکمران نظر آتے ہیں اور دوسری طرف ہمارے سیاسی لیڈر ہیں جو عطا کردہ حکومت کو اپنی عیاشیوں اور لوٹ مار کے لئے بھرپور استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس فرسودہ اور عوام دشمن نظام کو جڑوں سے اکھاڑ کر سمندر میں پھینک دیا جائے جو سیاسی لیڈروں اور حکمرانوں کو لوٹ مار اور کرپشن کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ اور اس کی جگہ نظام خلافت کا قیام عمل میں لایا جائے جو عدل وانصاف کی فراہمی کا ضامن ہے۔

نظام خلافت کا قیام کیوں ضروری ہے؟

بحث کو سمٹنے سے قبل اس بات کا مختصر جائزہ

لیں کہ آج کے اس علمی، تحقیقی و سائنسی دور میں خلافت کا قیام کیوں ضروری ہے؟ جنرل (ر) حمید گل وطن عزیز کے نامور دانشور ہیں اور وقتاً فوقتاً ملک وقوم کو درپیش اندرونی و بیرونی خطرات سے اپنی تقریروں وتحریروں کے ذریعے بروقت آگاہ کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی اس روش کو تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ۲۸ جنوری کو ایوان اقبال لاہور میں منعقدہ ایک عظیم الشان ''انٹرنیشنل خلافت کانفرنس'' کے موقع پر بھی برقرار رکھا۔ محترم جنرل (ر) حمید گل نے اس موقع پر اپنی تقریر میں نظام خلافت کے قیام کی ناگزیریت یعنی Inevitability کو واضح کرتے ہوئے کہا ''آج دنیا گلوبل ویلیج بن گئی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کون سا نظام اس ویلیج کو چلا سکے گا۔ اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر اس ویلیج کو چلا سکتا ہے تو یہ کسی بھی طرح درست نہیں کیونکہ نیو ورلڈ آرڈر ایک خاص خطے اور ایک خاص قوم کے کچھ افراد کا متعارف کردہ نظام ہے اور کسی ایک قوم کا بنایا ہوا نظام پوری دنیا میں رائج نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس ویلیج کو صرف اور صرف آفاقی نظام یعنی Divine Order ہی چلا سکتا ہے''۔

بے شک محترم جنرل (ر) حمید گل کے یہ الفاظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ دریں اثناء تنظیم اسلامی کے امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنی ایک اہم تالیف ''استحکام پاکستان'' میں ان تمام عوامل کا تجزیہ کیا ہے جو کسی بھی ملک وقوم کے استحکام کا باعث بن سکتے ہیں اور آخر میں ان تمام عوامل کا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ صرف اسلام ہی وہ factor ہے جو پاکستان کے استحکام کا باعث بن سکتا ہے۔

مختصر یہ کہ نظام خلافت کا قیام ہی ملکی بقاء کے لئے لازم ہو گیا ہے اور بار بار کی ناکامیاں ہمیں مجبور کر رہی ہیں کہ اس راستہ پر کاربند ہو جائیں۔

ملک وقوم کو درپیش موجودہ حالات و واقعات نے جنرل پرویز مشرف اور ان کی ٹیم کو ایک فیصلہ کن دوراہے پر کھڑا کر دیا ہے اور اب ان کے پاس صرف دو ہی راستے رہ گئے ہیں۔ پہلا راستہ تو یہ ہے کہ عالمی طاقتوں اور ان کی ڈکٹیشن پر چلنے والے مالیاتی اداروں یعنی آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور ڈبلیو ٹی او کے مطالبات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے جائیں اور یوں گویا ملک کی نظریاتی اساس کو یکسر فراموش کر دیا جائے۔

دوسرا راستہ مزاحمتی پالیسی اپنانے والا ہے کہ تمام عالمی کفریہ طاقتوں اور ان کے زیر اہتمام چلنے والے مالیاتی اداروں کے دباؤ اور مطالبات کو مسترد کرتے ہوئے مزاحمتی راستہ اختیار کیا جائے اور اعلان کر دیا جائے کہ ملک کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے معاملے میں کوئی سودے بازی نہیں ہو سکتی۔

جہاں تک پاکستانی قوم کا تعلق ہے تو وہ بہت پہلے دوسرا راستہ اختیار کرنے کے حق میں فیصلہ دے چکی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے موجودہ حکمران کس حد تک قومی رائے کا احترام کرتے ہیں۔

بقیہ : دعوتِ فکر

۴۔ پڑھے لکھے بالخصوص نوجوان طبقے میں دجالی استعمار کے مذموم پروپیگنڈے کی بدولت اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہیں۔ دینی سکالرز کی ذمہ داری ہے کہ اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے غیر معذرت خواہانہ انداز میں جدید مسائل کے بارے میں اسلام کا حکیمانہ نقطۂ نظر پیش کریں۔

۵۔ دجالی استعمار نواز غیر حکومتی تنظیموں کے پھیلائے ہوئے جال کے موثر توڑ کے لئے تعلیم، صحت اور دیگر شعبوں میں ایسی انجمنیں قائم کی جائیں جو نہ صرف خدمت خلق کا کام سرانجام دیں بلکہ اس کے ذریعے اذہان وقلوب میں دینی اقدار اجاگر کرنے کی کوشش کریں۔

اسلامی تحریکوں کے لئے لازمی ہو گا کہ اپنی جدوجہد کو تمام مراحل کے دوران پُرامن رکھیں۔ تشدد کا کوئی بھی راستہ حکومت کے ہاتھ میں ایذا رسانی کا لائسنس دے دے گا۔

اسلامی تحریکوں کے لئے اپنے کارکنوں اور رفقاء کی دینی و اخلاقی تربیت کا موثر بندوبست کرنا' پہلے سے زیادہ ضروری ہو گا۔ تربیت میں سب سے زیادہ زور ایمان کی پختگی اور گہرائی پر ہونا چاہئے کیونکہ دجالی فتنے اور استعمار کا مقابلہ ایمان باللہ' بالآخرہ اور بالرسالت سے مزین قلوب ہی کر سکیں گے۔

ماہِ صیام

نفس کو مغلوب کرنے کا مہینہ آ گیا
روح کے جوہر نکھرنے کا مہینہ آ گیا
اہل ایماں کو کسی تکلیف کی پروا نہیں
صبر کی طاقت ابھرنے کا مہینہ آ گیا
از سرنو پاکبازی کی فضا پیدا ہوئی
رات دن مولا سے ڈرنے کا مہینہ آ گیا
دین کی برکت سے ہر مسجد کی رونق بڑھ گئی
جھولیاں رحمت سے بھرنے کا مہینہ آ گیا
تم بھی ہو جاؤ بلند اس پر عمل کرتے ہوئے
عرش سے قرآن اترنے کا مہینہ آ گیا
ناک کٹ جاتی ہے ان کی جو نہ باطل سے بچیں
قولِ حق پر کان دھرنے کا مہینہ آ گیا
ساقی کوثرؐ کے ہاتھوں جام پینے کے لئے
پیاس کی شدت سے مرنے کا مہینہ آ گیا
یہ مبارک وقت ہے اس کو غنیمت جان لو
نیک بن جاؤ سنورنے کا مہینہ آ گیا
فیض اس کے آخری عشرے میں ہو کر معتکف
سب علائق ترک کرنے کا مہینہ آ گیا

(فیض لدھیانوی)

نفاذ اسلام کی جدوجہد فرض ہے!

تحریر: محمد صادق فرانس

میری ناقص رائے کے مطابق دین کے دوسرے فرائض کی طرح نفاذ اسلام کی جدوجہد بھی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ سورہ صف' سورہ توبہ' سورہ حدید اور فتح اور نہ معلوم کتنے مقامات پر حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنا تھا جو کہ حضور ﷺ نے اپنی حد تک سرزمین عرب پر اس کا اہتمام فرمادیا۔ اور سرزمین پاکستان کا حصول بھی اسی مشن کی تکمیل کے لئے تھا۔

احادیث مبارکہ میں اس دین کے غالب ہونے اور ہر ہر گھر میں داخل ہونے کی کئی خوش خبریاں موجود ہیں۔ آپؐ کا فرمان جس کا مفہوم ہے کہ "مجھے زمین کے مشارق اور مغارب لپیٹ کر دکھادیئے گئے ہیں جہاں پر اسلام کی حکمرانی ہو کر رہے گی۔"

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ کام ہونا ہی ہے اور جس طرح دیگر فرائض ہیں یہ بھی ایک فرض ہے تو پھر اس سمت میں پیش رفت نہ کرنا اور سوچنا کہ یہ تو بہت مشکل کام ہے یہ تو صرف باری تعالیٰ ہی کر سکتا ہے آپ جیسے مخلص انسان اور جادو بیان مقرر کو کہاں زیب دیتا ہے؟ اور آپ اپنی صلاحیتوں کو کم درجے کے کام میں کھپا کر کل کلاں اپنے رب کریم کو کیا جواب دے سکیں گے؟

میری ذاتی رائے ہے کہ نفاذ اسلام کے لئے رائے عامہ کو ہموار کرنا اس سے زیادہ اہم ہے گو کہ ختم نبوت کے مسئلے پر آپ نہایت خلوص اور نیک نیتی سے جدوجہد فرما رہے ہیں لیکن جب نفاذ اسلام کی راہ ہموار ہوگئی تو اس سے جو برکات ہمیں نصیب ہوں گی وہ تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ امت محمدیہ کے بھوک اور افلاس سے بلکتے معصوم بچوں کے والد خودکشیاں کرنا چھوڑ دیں گے۔ ہر بچے کو کھانا' تعلیم' علاج اور سر چھپانے کے لئے مکان اور شہریوں کے لئے روزگار مہیا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہوگی کوئی بھی ماں کا لال اپنے روزگار کے چھن جانے پر ایوان صدر کے سامنے خودسوزی کی دھمکیاں نہ دے گا۔ انصاف مسلم اور غیر مسلم سب کے لئے ہوا کرے گا اور مرتد کی قانونی سزا جب لاگو ہوگی تو ختم نبوت کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔

پچھلے دنوں میں ایک دوست سے ملنے کے لئے قریبی ریلوے اسٹیشن پر گیا ہوا تھا اتفاق سے میرے ہاتھ میں اسی ہفتے کا ہفت روزہ "ندائے خلافت" تھا جس کا میں وقت گزاری کے لئے مطالعہ کر رہا تھا۔ اس میں کچھ واقعات ایسے بیان کئے گئے تھے کہ کس طرح پاکستان کا غریب لیکن سفید پوش طبقہ پاکستان میں سسک سسک کر زندگی کے دن پورے کر رہا ہے۔ ایک واقعہ اس میں یوں بیان ہوا کہ دو معصوم بچیاں کئی روز کے فاقے سے تھیں۔ ان کے والد صاحب بھی بھوک سے بے حال اور بچیوں کی حالت دیکھ دیکھ کر ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔ بچیوں نے کہا ابا جان اگر آپ ہمارے لئے اور کچھ نہیں کر سکتے تو سامنے والے کھیت سے کچھ گاجریں ہی توڑ کر لا دیں۔ والد صاحب گھر سے نکلے مگر گاجریں توڑ کر لانے کی ہمت نہ کر پائے۔ کچھ دیر سوچوں میں گم کھیت کے آس پاس ٹہلتے رہے اور پھر خالی ہاتھ واپس آ گئے۔ گھر آئے تو کافی دیر ہو چکی تھی۔ دونوں بچیاں اپنے غریب والد کو اس دنیا میں تنہا چھوڑ کر جا چکی تھیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ پڑھنا تھا کہ میں نے زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ یا رب کریم تیرے اس جہان میں اتنا ظلم؟ یہ کب اور کیسے ختم ہوگا؟ میری بچیوں کے لئے تیرے اس جہان میں روٹی کا ٹکڑا بھی نہیں اور یہ سب کچھ اس نام نہاد مملکت اسلامیہ پاکستان میں ہو رہا ہے۔ یقین جانئے اب بھی جب کہ میں یہ سطور تحریر کر رہا ہوں میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہیں اور دل ہے کہ اسے بے چینی سی لگی ہوئی ہے۔ میں تمام دینی جماعتوں کے رہنماؤں اور علمائے کرام سے بصد احترام پوچھتا ہوں کہ کیا ہمارے یہ بچے اسی طرح بھوک سے بلکتے رہیں گے یہ جو کچھ ہو رہا ہے مجھ سے تو کافی دور ہے مگر آپ کے تو بالکل سامنے ہے اگر آپ اپنی صلاحیتیں نفاذ اسلام کی بجائے دوسرے مسائل پر صرف کر رہے ہیں۔ اگر آپ کی معصوم بچیاں فاقوں پر فاقے کرتی رہیں دم توڑتی رہیں لیکن آپ اس طرف صرف اس لئے نہ گئے کہ یہ کام تو بہت مشکل ہے بس دعاؤں پر گزارہ کرتے رہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ خود ہی کر دے گا۔ اس وقت کے لئے اپنا جواب اچھی طرح سوچ لیجئے۔ اگر نہیں تو آیئے نفاذ اسلام کی جدوجہد میں شرکت کیجئے جو لوگ اس مشن میں لگے ہوئے ہیں دامے درمے سخنے ان کی مدد کیجئے اگر اس راہ میں جان بھی چلی جائے تو یہ سودا گھاٹے کا نہیں۔

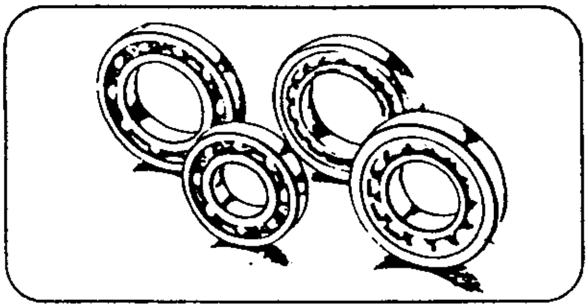

کلمۂ حق

شیر کی ایک دن کی زندگی.........

حق کے آگے سر جھکانا اور ناحق کے آگے سر جھکانے پر موت کو ترجیح دینا ایک شریف قوم کا خاصہ ہونا چاہئے اور اگر وہ اعلائے حق اور اعانت حق کی قوت نہ رکھتی ہو تو اسے کم از کم تحفظ حق پر سختی سے ضرور قائم رہنا چاہئے۔ جو شرافت کا کم سے کم درجہ ہے۔ لیکن اس درجہ سے گر کر جو قوم اپنے حق کی حفاظت بھی نہ کر سکے اور اس میں ایثار و قربانی کا فقدان اس قدر بڑھ جائے کہ بدی و شرارت جب اس پر چڑھ آئے تو وہ اسے مٹانے یا خود مٹ جانے کے بجائے اس کے ماتحت زندہ رہنے کو قبول کرے تو ایسی قوم کے لئے دنیا میں کوئی عزت نہیں ہے۔ اس کی زندگی یقیناً موت سے بدتر ہے۔ اس رمز کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنی حکیمانہ کتاب میں ان قوموں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے بدی کے خلاف جہاد کرنے میں جان و مال اور لذات نفسانی کا نقصان دیکھ کر اس سے جی چرایا اور بدی کا تسلط قبول کر کے اپنے اوپر ہمیشہ کے لئے خسران و نامرادی کا داغ لگالیا۔ ایسی قوموں کو خدا ظالم قوم میں کہتا ہے یعنی انہوں نے اپنے اعمال سے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ اور حقیقتاً وہ اپنے ہی ظلم سے تباہ ہوئیں۔ (مرسلہ: شادمان مسعود صدیقی)

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب "الجہاد فی الاسلام" سے ایک اقتباس

دفاع افغانستان و پاکستان کونسل کے زیراہتمام تنظیم اسلامی لاہور کا مظاہرہ

دفاع پاکستان وافغانستان کونسل کے زیراہتمام تنظیم اسلامی نے مسجد دارالسلام (باغ جناح) میں بھرپور احتجاجی جلسہ کیا جس میں امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے امیر جناب مرزا ایوب بیگ نے کہا کہ انسانی تاریخ میں ظالم ترین قوم امریکن ہیں۔ انہوں نے ہیروشیما' ناگاساکی' ویت نام' عراق اور اب افغانستان میں انسانی تاریخ کی بدترین بمباری کر کے نسل انسانی کو تہہ تیغ کیا ہے۔ امریکہ اسلام کا بدترین دشمن ہے۔ وہ کبھی بھی پاکستان کا دوست نہیں ہو سکتا۔ وہ بھارت کو شہہ دے کر ہماری سرحدوں پر لا رہا ہے تاکہ ہمارے ایٹمی پروگرام پر کنٹرول حاصل کر سکے۔ انہوں نے طالبان سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے کہا کہ طالبان اسلام کی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں جس کے لئے وہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں اور اگر ہم نے بھی پاکستان میں دین اسلام کو قائم و نافذ نہ کیا تو ہمارا حال افغانستان سے بھی بدتر ہو گا۔ انہوں نے تمام دینی جماعتوں سے بھرپور انداز میں اپیل کی کہ وہ اس کڑے وقت میں اپنی امارتوں اور سیادتوں کو بھول کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں تاکہ پاکستان میں اسلام کا احیاء ہو سکے۔ اس جلسہ میں شریک کثیر تعداد میں لوگ بینرز اور ٹی بورڈ اٹھائے ہوئے تھے جن پر یہ نعرے درج تھے:

☆ رحمان کے غلام' طالبان۔ شیطان کے غلام حکمران

☆ **The Most Cruel Nation in the history of Mankind is American**

☆ مسلمانو! متحد ہو جاؤ ورنہ مٹ جاؤ گے (رپورٹ: وسیم احمد)

راولپنڈی کینٹ میں مسجد "الہدیٰ" کا افتتاح

تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کے امیر جناب رؤف اکبر صاحب اور رفقائے تنظیم کی دیرینہ خواہش تھی کہ راولپنڈی کینٹ کے علاقے میں مسجد کے قیام عمل میں لایا جائے جو لوگوں کے لئے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنے اور جس سے اقامت دین کی جدوجہد کے لئے ایک مرکز کا کام لیا جا سکے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل و کرم سے تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے رفقاء کی یہ خواہش پوری ہوئی اور ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ کو بروز جمعۃ المبارک ناظم حلقہ پنجاب شمالی جناب شمس الحق اعوان صاحب نے مسجد "الہدیٰ" کا افتتاح کیا۔ مغرب کی نماز باجماعت ادا کرائی گئی۔ نماز کے بعد رمضان المبارک کی آمد کے پیش نظر ڈاکٹر عمر صاحب نے "عظمتِ قرآن" پر مختصر مگر جامع درس دیا۔ درس کے بعد جناب شمس الحق اعوان صاحب نے حاضرین سے پُرجوش خطاب کیا اور مسجد کے افتتاح کا اعلان کیا۔

مسجد "الہدیٰ" علامہ اقبال کالونی گلی نمبر ۲۷۔اے میں واقع ہے۔ یکم رمضان المبارک سے اس مسجد میں دورۂ ترجمہ قرآن کا آغاز بھی ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر زبیر صاحب دورۂ ترجمہ قرآن کروا رہے ہیں۔

مسجد کے لئے زمین رفیق تنظیم جناب ممتاز علی خان صاحب نے ہبہ کی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ ان تمام رفقائے تنظیم کو بھی اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے جو اس کار خیر میں حصہ لے رہے ہیں (آمین)

(رپورٹ: شادمان مسعود صدیقی)

لاہور میں تنظیم اسلامی کے رفقاء کے بچوں کی ریلی

تنظیم اسلامی سے تعلق رکھنے والے بچوں نے دفاع پاکستان وافغانستان کونسل کے زیراہتمام مینار پاکستان پر معصوم افغان بچوں کی شہادتوں کے خلاف ایک احتجاجی ریلی نکالی۔

بچوں نے پلے کارڈز اور بینرز اٹھا رکھے تھے۔ احتجاجی ریلی میں شامل حنان عبدالخالق نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ افغانستان پر وحشیانہ بمباری کر کے ہم جیسے معصوم بچوں کو شہید کر رہا ہے۔ اگر وہ اپنے اہداف پر بمباری کرنے کے قابل نہیں ہے تو اس نے یہ جنگ کیوں چھیڑی تھی۔ امریکہ افغانیوں پر ظلم اس لئے کر رہا ہے کہ انہوں نے ملک میں اسلامی نظام رائج کیا تھا اور جس کی برکت سے وہاں امن قائم ہو گیا تھا۔ امریکہ کی دشمنی افغانیوں سے نہیں بلکہ اسلامی نظام سے ہے۔ ریلی میں شریک ایک اور بچے مکرم نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ اسامہ اور طالبان کا بہانہ بنا کر ہمارے پھول جیسے افغان بھائیوں کا قتل عام کر رہا ہے۔ ہم سب مسلمانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم افغان بھائیوں کی بھرپور مالی و اخلاقی مدد کریں۔ ہم سب بچے ان شاء اللہ بڑے ہو کر طالبان بنیں گے۔ ریلی میں شامل بچے سپیکر پر مسلسل جہادی ترانے پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے جو ٹی بورڈز اور بینرز اٹھا رکھے تھے' ان پر یہ عبارتیں درج تھیں:

۱۔ امریکی بچو! صدر بش کو سمجھاؤ کہ وہ افغانستان میں معصوم بچوں کو قتل نہ کرے۔

۲۔ جانوروں سے محبت کرنے والے لوگ بچوں کو بے دردی سے کیوں قتل کر رہے ہیں؟

۳۔ اے اللہ! ہمیں طالبان جیسا ایمان عطا فرما۔

۴۔ ایک افغان بچے کی فریاد:

Oh Mom What is Peace?

۵۔ Killing of Innocents is Real Terrorism

۶۔ امریکہ! جنگ ختم کرو' ننھے منے افغانیوں کا قتل بند کرو۔

۷۔ Usama is not Culprit

۸۔ امریکہ بچوں کے خون سے ہولی کھیلنا بند کرے۔

بچوں نے اپنی تقاریر میں حکومت پاکستان سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ ہمارے معصوم افغان بھائیوں کے قتل عام میں امریکہ کا ہرگز ساتھ نہ دے۔ (رپورٹ: وسیم احمد' لاہور)

انتقال پُرملال

تنظیم اسلامی کراچی (شرقی 1) کے رفیق جناب محمد ارشاد کے والد ماجد وفات پا گئے ہیں۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حسابا یسیرا

مینارِ پاکستان پر افغان بچوں کی شہادت کے خلاف رفقاءِ تنظیم اسلامی کے بچے پلے کارڈ اٹھائے ہوئے

intellectual whim of an hour. Governments hastily designed upon theories of vested interests ordinarily are wretched and short-lived dominations.

The good government, very different from the one envisaged for Kabul or in place in Islamabad and Cairo, is the tree that grows slowly from years of social experience. For the political institutions of a people grow out of their religion, their moral habits, their economy, their literature; political ways are but part of an intricate bed of civilisation, into which the roots of social order are turned deep. Attempts to impose borrowed institutions upon an alien culture, however well intentioned, generally are disastrous - though sometimes decades, or even generations, may be required for the experiment to run its unlucky course. It is too premature to declare the events in Afghanistan vindicate the puppet or his master's policy and claim that imposing American policies on an Egyptianised Muslim world would not backfire.

American foreign policy still is plagued by the delusion that some domination of American institutions and manners and aspirations will be established in every Muslim land - the American imperial conviction, in Santayana's phrases, that the nun must not remain a nun, and China shall not keep its wall. The American obsession is not new. Perennially, the US establishment seeks for liberal, gradualist, middle-of-the-road, rational political leaders in Vietnam, or the Congo, or Algeria, or Yugoslavia: people who would disavow what the US dislikes and behave as if they had been graduated from some American state university. Yet somehow the US fails to find these precious people, in Asia or Africa or Europe or Latin America; and it is vexed. But its hope springs eternal. General-issimo Chiang Kai-shek, Marshal Tito, President Diem, Bung Sukarno, General Zia, Noreiga and other men of mark successively fall for the US favour: they have strayed from the paths of righteousness; they have not been good Americans. The US, however, has been blessed with some statesman like Musharraf or party like the Northern alliance, endowed with sufficient common sense to install the American Way instanter.

The American fond hope of political universalism never will be realised. For individuals, as Chesterton said, are happy only when they are their own potty little selves; and this is as true of nations. The imposition of the American way upon the Muslim world would not make it cheerful. The American institutions would function tolerably in just a few lands. States, like men, must find their own paths to order and justice and freedom; and those paths ordinarily are ancient and twisting routes, upon which the signposts are Tradition and Prescription and Authority. The world should become one immense copy of American society is a dream that may not be imposed quite simply upon the ancient cultures of the Muslim world. Whatever lives, tries to make itself the centre of the universe; and it resists with the whole of its power the endeavours of competing forms of life to assimilate it to their substance and mode. Every living thing prefers even death, as an individual, to extinction as a species by absorption into other species. So if the lowliest alga struggles fatally against a threat to its peculiar identity, we ought not be surprised that men and nations resist desperately - often unreasoningly - any attempt to assimilate their character to that of some other body social. This resistance is the first law of one sure way to make a deadly enemy; and that is to propose to anyone, "submit yourself to me, and I will improve your condition by relieving you from the burden of your peculiar identity and reconstituting your substance in my image."

Yet this is precisely what Bush and his colleagues proclaim as a rallying-cry for American policy makers in this unipolar world. To be sure, they do not use precisely these phrases, and they seem to be unaware of the arrogant assumption behind their own nation-building projects; yet naiveté does not alter the character of the first principles upon which the design is erected.

Take up the American Way, abstractly, and set it down, as an exotic plant, in Afghanistan, Pakistan, Egypt, or Sudan, where the literature and customs by which the Americans have been nurtured are quite unknown - why the thing cannot succeed. The US cannot create secular societies in the Muslim world, as it believes. It cannot create Congresses and White Houses, where the bed of justice rests upon the Quran. Such undertakings are going to disrupt the old systems. Apparently the secular system might be working well in Turkey alone, but it is temporary. In the long run, the traditional morals, habits and establishments of a people, confirmed by their historical experience, will reassert themselves, and the innovations will be undone, if Islamic civilisation has to survive at all.

The US tends to assume that the Muslim states, which it condescends to call "underdeveloped," are mere primitive aggregations of population, lacking only the American political practices and assumptions for building pro-American regimes of sweetness and light. But this is to ignore history. Each of these nations must be allowed to workout its own reforms; and their reforms must be in the line of the prescriptive ways and traditions of the respective countries. The US or UN imposed solutions through daisey cutters and sanctions would always miscarry. Anyone who promises to convert himself or his nation, abruptly and thoroughly, to Western ways must end disillusioned with his sponsors. The US and its allies must be fortunate if the puppet or the people he tried to convert do not turn to violent reaction. Sooner or later there would be no attractive dictators, no feudal sheikhs and no shame democratic champions to whom leaders like Blair and Bush would go on begging mission, looking for common grounds. What would they do to convince those who overthrow them? Carpet-bombing all of them would be the only solution when the dangerous experience of parting theory from experience come to an end. The US still has time to leave the Muslim world alone.

View Point

Abid Ullah Jan
E-mail: abidjan2@psh.paknet.com.pk

Stop Imposing Governments.

At the height of the Cold War, the United States argued that the truth would set people free. Now it plans to launch new TV channels to enslave the Muslims by somehow convincing them that what they see with their own eyes is not true. The new attempt to halt the free flow of information is just one among the many desperate American acts directed at ruling the world with force and experimenting political universalism in the Muslim world. This experiment of replacing particular institutions of a people's own slow creation over centuries with the help of dictators and imposed governments would soon backfire into the new battles of the final world war.

The New York Times ran an unusual 6172-words piece by Fouad Ajami on November 17, 2001, criticising Al-Jazeera for all the tricks practiced by the CNN and BBC since their inception. It is not Al-Jazeera's popularity that damages the American image. What in fact sow the seeds of hatred among the peaceful people around the world are the words and deeds of American leadership. Irrespective of whichever channel Bush and Powell may use, unchanged would remain the effects of their defiant words, "the American policy would not change," and insensitive policies. So would remain unchanged the reaction of our souls dulled by pain.

Contrary to our expectations and statements of the American leadership, the US policies have definitely changed but for the worse. A thick smoke of confusion is still surrounding the word "terrorism." Yet on November 24, India and EU declared to take "decisive measures" against "all countries harbouring terrorists." What does it mean if not imposing specific interpretation of "terrorism" and solutions that would deepen the crisis all around? It simply sets the targets in line: Pakistan, Iraq, Sudan, Syria, Libya, Iran, Lebanon, Qatar, or Oman. What would be the consequences of supporting chosen kings and dictators or political universalism the US and its friends have embarked upon since September 11?

Would yet another propaganda TV station be able to justify the suicidal disregard with which the allies are treating the root causes of unrest in the Muslim world? Why are the existing channels not sufficient? Simply because the crimes rate of the super terrorists has gone beyond the capacity of their existing propaganda channels to justify, and because the double standards have intensified with the new wave of planting pro-American regimes. Vows of the "coalition" dictators to root out "Islamic opposition" and statements of the "coalition" terrorists, like Atal Bihari Vajpayee and Sharon calling for "resolutely" rooting out "terrorism anywhere and in any form," smack of utter hypocrisy and make one wonder about the nature of the impending disaster.

One of the Taliban's unpardonable sins was not forming a broad-based government. Before September 11, we used to hear calls that the US would not do "business as usual" with the military regime in Pakistan. Commonwealth was on the verge of declaring Pakistan a pariah state. But now their joint business with General Sahib seems to have gone to the extreme of unusualness. There are no further calls for democracy in Pakistan. Even if the elections are held, the system would be hijacked in such a manner that dislodging Hosnie Musharraf would become a dream of masses for the decades to come.

The consequences of US-sponsored Egyptianised Muslim states are not hard to perceive. Many leaders and non-leaders are already behind the bars in Pakistan. In Egypt, as recently as November 18, 94 persons were charged with forming "an underground terrorist group," to "target the lives of public figures and security officers." Such repressive measures directly lead to anti-Americanism. Cultivating pro-Americanism through repressive regimes would never help the US win hearts. How many web sites would the US block to hide its crimes? How many critics would it silence? For how long would it support the pro-American puppets? Things refuse to mismanage for far too long. The animosity grows with every wrong move the US makes and the intensity of hatred grows with all the steps the US takes to justify its wrongs. Terrorism will never end as long as the US won't feel the pain of others the way it does feel its own.

Hosnie Musharraf like his bosses in Washington believes events in Afghanistan have vindicated his policy. Terrorism doesn't vindicate anyone's policy. It's only the use of intellectual, media and military terrorism that has changed the situation in Afghanistan for worse. Contrary to the statements of self-proclaimed president of Pakistan, shift in the US policies vindicate position of his critics. It is not only Afghanistan. The General might be looking at only one aspect of the issue and that is to save and legitimise his government. What else can best describe failure of his policy than his planning to pressure India into a dialogue on Kashmir with the American backing, and the Americans turning on him and publicly declaring Kashmiri struggle for self-determination as terrorism.

Even for Afghanistan, Powell declared on October 24 before the House International Relational Committee that the "next government of Afghanistan cannot be dictated by Pakistan." Pakistan's enemies are now in Kabul. Efforts are underway to install a pro-US government in Kabul. These are the measures that would backfire for the US and its backers. A prudent government is not artificial contrivance, no invention of propaganda channels intellectuals, got up abstractly to suit the

گفت و شنید

کابل حکمتِ عملی کے تحت خالی کیا' علاقے میں نئی سرد جنگ شروع ہوگی

پاکستان آج بھی ہمارے لئے بڑے بھائی کی حیثیت رکھتا ہے

پاکستانی عوام کا شکریہ جنہوں نے ہزاروں بیٹے اسلام کے لئے قربان کئے

ہم جب چاہیں کابل دوبارہ فتح کر سکتے ہیں' اسامہ ۱۱ ستمبر کے حملوں میں ملوث نہیں

شمالی اتحاد کے اندر طالبان کے ایجنٹ بڑی تعداد میں موجود ہیں

امیر المؤمنین ملا محمد عمر کا تازہ ترین انٹرویو

طالبان کے سپریم کمانڈر ملا محمد عمر نے کہا ہے کہ ہم نے کابل کو جنگی حکمت عملی کے تحت خالی کیا اور ہم جب چاہیں کابل دوبارہ فتح کر سکتے ہیں۔ ایک مقامی اخبار کو قندھار میں انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ شمالی اتحاد والے کابل کے معاملے میں آپس میں لڑیں گے اور آپس میں لڑ کر اتنا کمزور ہو جائیں گے کہ ہم انہیں آسانی سے دبوچ لیں گے۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس علاقے میں ایک نئی سرد جنگ کا آغاز ہونے والا ہے جس میں امریکہ اور روس آمنے سامنے آ جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ ظاہر شاہ کو آگے لانا چاہتا ہے جبکہ روس شمالی اتحاد کو آگے لانے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ اس سوال پر کہ طالبان اس وقت کیا کریں گے جب ان کی توقعات پوری نہیں ہوں گی اور علاقے میں سرد جنگ کے لئے بنائی جانے والی حکمت عملی ناکام ہو جائے گی۔ ملا محمد عمر نے انکشاف کیا کہ شمالی اتحاد کے اندر طالبان کے ایجنٹ بڑی تعداد میں موجود ہیں انہوں نے کہا کہ جب ہمارا جی چاہے گا ہم انہیں مار گرائیں گے۔ اس سوال پر کہ آپ نے کابل شہر خالی کرنے سے قبل مسلمان اور عرب مجاہدین کو اعتماد میں کیوں نہیں لیا جس کی وجہ سے وہ سوتے میں شمالی اتحاد کے ہاتھوں ذبح ہو گئے۔ ملا عمر نے انتہائی دکھ بھرے لہجے میں کہا کہ ایسا نہیں ہے۔ یہ پاکستان اور عرب مجاہدین کا اپنا فیصلہ تھا کہ وہ کابل میں شمالی اتحاد کی فوج کو جنگ میں مصروف رکھیں گے تاکہ دوسرے (طالبان) فوجی وہاں سے بحفاظت نکل سکیں۔ اس سوال پر کہ عرب اور پختون مجاہدین ایک دوسرے سے بھائیوں کی طرح محبت کرتے ہیں اس سوال پر کہ کیا آپ اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے کر دیں گے۔ ملا محمد عمر نے کہا کہ نہیں' نہیں' نہیں ہم مر جائیں گے لیکن اسامہ کو کسی کے حوالے نہیں کریں گے۔ اس سوال پر کہ آیا آپ پر کبھی کوئی ڈائریکٹ حملہ ہوا ہے تو انہوں نے انکشاف کیا جی ہاں ۱۲ اکتوبر کو جس دن امریکی حملوں کا ۵ واں دن تھا اس دن ایک میزائل میری کار کو آ کر لگا اور وہ تباہ ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ خوش قسمتی سے تباہ ہونے والی کار سے صرف ۵ منٹ قبل اترا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ الحمد للہ ابھی تک اسامہ بن لادن پر ایسا کوئی حملہ نہیں ہوا۔ پاکستان کی افغان پالیسی کے بارے میں سوال کے جواب میں ملا عمر نے کہا کہ پاکستان ہمارا بڑا بھائی ہے۔ اس نے ہماری مخالفت کی لیکن مخالفت کرنے والے بھائی بھائی ہی رہتے ہیں دشمن نہیں بن جاتے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے بڑے بھائی (پاکستان) کو مجبوریاں درپیش تھیں۔ اس سوال پر کہ آپ کی افغانستان میں دوبارہ حکومت آ گئی تو آپ کا پاکستان سے رویہ کیسا ہوگا۔ ملا عمر نے کہا کہ پاکستان ہمارا بڑا بھائی ہے اور رہے گا اس موقع پر انہوں نے از خود ہی کہا کہ میں پوری پاکستانی قوم کا مشکور ہوں جس نے اپنے ہزاروں بیٹے اسلام پر قربان کئے۔ ملا عمر نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اسامہ اپنے فیصلے خود کرتے ہیں تاہم وہ ۱۱ ستمبر کے حملوں میں ملوث نہیں تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اسامہ بن لادن کی نقل و حرکت اور میل جول پر ایک عرصے سے پابندی لگا رکھی تھی ان کو ٹیلی فون تک استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اسامہ بن لادن سے بہت کم لوگوں کا میل جول تھا۔ ایسی صورت میں وہ امریکہ پر کیسے حملے کر سکتے تھے۔ ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ وہ کسی وسیع البنیاد حکومت کا حصہ نہیں بنیں گے جو غیر اسلامی ہو یا کسی غیر اسلامی پاور کے زیر سایہ کام کرے۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ ہمیں بہت جگہوں سے تجاویز مل رہی ہیں کہ آپ ہتھیار ڈال دیں ہم آپ سے پاور شیئر کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے چاہا تو افغانستان پر دوبارہ اسلام کی حکومت آئے گی خواہ اس کا سربراہ ملا عمر ہو یا کوئی اور۔ انہوں نے کہا کہ میں بچپن سے اس ماحول میں پلا بڑھا ہوں اور مجھے ان گولوں اور میزائلوں سے ڈر نہیں لگتا۔ میں بندوق اور کلاشنکوفوں کو کھلونا سمجھتا ہوں۔

نقطہ نظر

عید کارڈ

یہ فرنگی رسم اس قدر ترقی کر چکی ہے کہ شاذ و نادر ہی کوئی گھرانہ اس سے محفوظ ہوگا۔ اسے فرنگی رسم اس لئے کہا گیا ہے کہ اسلامی تاریخ میں اس کا کہیں بھی حوالہ نہیں ملتا۔ البتہ انگریز کرسمس کارڈ ایک دوسرے کو بھیجتے ہیں۔ ان کی نقل میں مسلمانوں نے بھی یہ رسمِ بد شروع کر دی۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''قیامت میں آدمی کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے جب تک چار سوال نہ کر لئے جائیں: ۱) عمر کس مشغلہ میں ختم کی؟ ۲) جوانی کس کام میں خرچ کی؟

۳) مال کس طرح کمایا تھا اور کس کس مصرف میں خرچ کیا؟ ۴) اپنے علم پر کیا عمل کیا تھا؟

اس حدیث پاک کی روشنی میں اگر ہم جائزہ لیں تو ہم جو کچھ کماتے ہیں' اس کے مالک ہم نہیں بلکہ وہ ہمارے پاس ہمارے مالک کی امانت ہے۔ ہم اسے اپنی مرضی کے مطابق خرچ نہیں کر سکتے کیونکہ آخرت میں ہم نے یہ حساب دینا ہے کہ جو کمایا وہ کہاں خرچ کیا۔ اسی لئے اسلام میں فضول خرچی کی سختی سے ممانعت آئی ہے۔ ایک عید کارڈ کی خرید اور اس کی ترسیل پر معقول رقم صرف ہو جاتی ہے۔ پھر جسے بھیجا جائے' جوابی کارروائی کے طور پر وہ بھی بھیجنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس طرح کافی رقم خرچ ہو جاتی ہے لیکن طرفین کو نہ دین کا فائدہ ہوتا ہے نہ دنیا کا۔

گھر کا ایک ایک فرد کئی کئی عید کارڈ بھیجتا ہے' لیکن جب اسی گھر کے افراد کو صدقہ فطر (جو کہ واجب ہے) کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے' تو وہ کم سے کم نصاب کے ذریعے حساب کر کے پورا پورا دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کہیں حساب سے زیادہ نہ دے دیا جائے۔ یہ ان لوگوں کی بات ہے جو کہ صدقہ فطر دیتے ہیں۔ جو سرے سے دیتے ہی نہیں' ان کا ذکر ہی کیا...... حاصل کلام یہ کہ عید ایک خالص مذہبی تہوار ہے' لہٰذا اسے خالص اسلامی طریقے ہی سے منانا چاہئے۔ اس کرسمس کی نقل کر کے غیر کی مشابہت نہ کی جائے اور نہ ہی غیر اسلامی طریقہ فضول خرچی سے کہ جس سے نہ تو عید کارڈ وصول کرنے والے کو اس دنیا میں کوئی مالی فائدہ ہو اور نہ ہی آخرت میں کچھ کام آئے اس کی بجائے ایک دوسرے کو تحائف دیں جس کی ترغیب احادیث مبارکہ میں آئی ہے کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دینے سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ عید کارڈ کے برابر پیسے خرچ کر کے آپ دوسروں کو مختصر اسلامی کتب بھجوا سکتے ہیں۔

(ڈاکٹر زاہد الحق کی کتاب ''مغربی تہذیب کے رسم و رواج اور ہم'' سے ایک اقتباس)